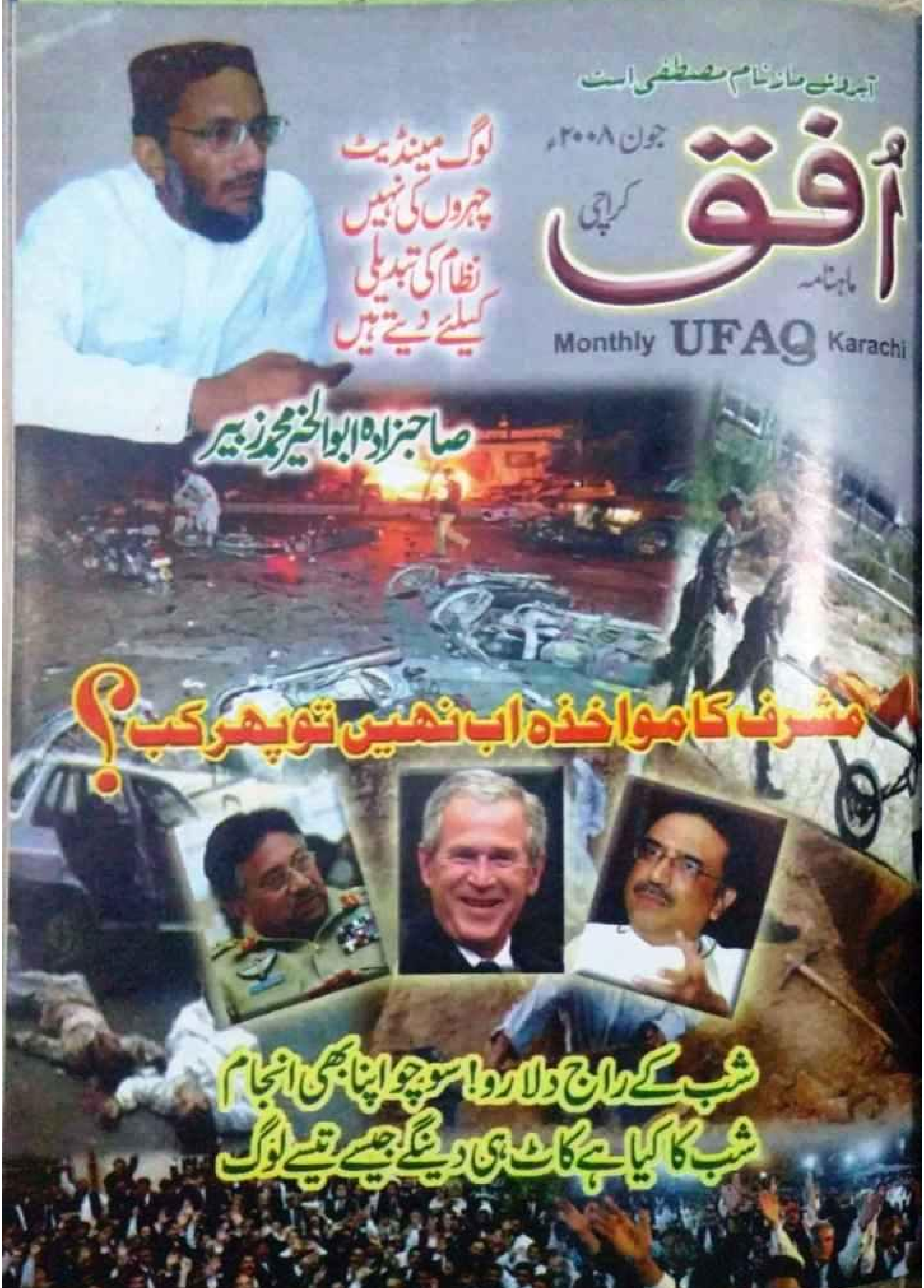


آبروئے ما ز نام مصطفی است
ماہنامہ
اُفق
کراچی
جون ۲۰۰۸ء
Monthly UFAQ Karachi
لوگ مینڈیٹ
چہروں کی نہیں
نظام کی تبدیلی
کیلئے دیتے ہیں
صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر
مشرف کا مواخذہ اب نہیں تو پھر کب؟
شب کے راج دلارو! سوچو اپنا بھی انجام
شب کا کیا ہے کاٹ ہی دینگے جیسے تیسے لوگ

امتحان عشق ہے •——• سنبھل کے چلنا

غیر مسلم گستاخ ممالک کی مصنوعات کا بائیکاٹ

غیرت ایمانی اور حب نبوی ﷺ کا امتحان

برادران اسلام! وقت آ گیا ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ ہم اپنی خواہشات کے نہیں بلکہ محمد عربی ﷺ کے غلام ہیں۔ گستاخ ممالک نے ایک دفعہ پھر ہمارے عشق کا امتحان لیا ہے۔ آپ ثابت کریں کہ ہم محمد عربی ﷺ کی عزت و ناموس کے مقابلے میں آنے والی ہر چیز کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں۔ ہم یہودی مصنوعات خریدتے ہیں جن کے منافع کا ایک بڑا حصہ اسرائیل، امریکہ، برطانیہ کو جاتا ہے۔ جس سے وہ اسلحہ خرید کر ہمارے بیٹے چھلنی کرتے ہیں۔ پوری امت مسلمہ امریکی و اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں۔

اشیاء	غیر مسلم ممالک کی مصنوعات	متبادل مسلم ممالک کی مصنوعات
مشروبات	کوکا کولا، پیپسی، فانٹا، سیون اپ، مرنڈا، سلائس، ٹینگ، جوس، فراست، شیزان، آئس کریم Walls	پاکولا، ایکسل، سٹرا، ڈیو، بیلی، ڈبل اپ، گورمے، سٹاپ، واٹر، جام شیریں، رسیلی، کولا، فروٹو، انگورا [illegible]
چائے	لپٹن، بروک بانڈ، ٹاپ اسٹار، سپریم، ییلو لیبل، ڈسٹ	تپال، کوہ نور، میزبان، روبیلی، صوفی، ریڈ روز، بے ایس ای
دودھ	نیسلے کے تمام دودھ، پولو، ملک، ریک، دیسی گھی، ملو	حلیب، ملک، نور پور کی مصنوعات [illegible]
گھی و تیل	ڈالڈا کے گھی اور تیل، پام، کوکنگ گھی اور کارن آئل وغیرہ	شمو، حبیب، صوفی، مانڈا، میزبان، کسان، سیزن، کوکو، حبیب [illegible]
صابن و پاؤڈر	لکس، رکسونا، لائف بوائے، کیمے، ایریل پاؤڈر، سرف، بریز، ایکسپریس، بونس، میکس، ڈوو، سیف گارڈ، لکس، وم، وار، ایریل، میجک بار	تبت، کیپری، گلیسرین، پام، پاکٹ، صوفی، گولڈ [illegible]
شیمپو	ہیڈ اینڈ شولڈرز، پینٹین، لائف بوائے، سن سلک، جانسن اینڈ جانسن، ڈی پاؤڈر، شیمپو، لوشن	تبت، کالی، ایلوویرا، کیئر، گیلانی، سوئس، میڈیکیم، ٹیلکم پاؤڈر
کریم و لوشن	فیئر اینڈ لولی، پونڈز، جلیٹ، نیویا، ڈی، کریم، آفٹر شیو، ریولون، لپ اسٹک، پالش (نوٹ بیوٹی پارلر کی تمام مصنوعات)	تبت، سوئس، میڈیکیم، لولی، کریم، آفٹر شیو، ایڈمرل، نیویا، بکسول، کریم، لپ اسٹک، پالش
ریسٹورنٹ	میکڈونلڈ، پیزا ہٹ، برگر کنگ، کے ایف سی، ڈنکن ڈونٹس	کے بی، مسٹر برگر
ٹوتھ پیسٹ	میکلینز، کولگیٹ، کلوز اپ، سگنل، سنسوڈائن	ہمدرد، ڈینٹونک، مسواک، نیچرل، میڈیکیم
بینک	سٹی بینک، بینک آف امریکہ، امریکن ایکسپریس، اسٹینڈرڈ چارٹرڈ	پاکستانی بینکس
کھانے پینے کی اشیاء	نیسلے، سیریلیک، ٹک، جیلی، بسکٹ، بیسٹ فوڈ، رافان، کارن فلیکس، چاکلیٹ، کٹ کیٹ، ایک فرنس کے تمام	... فوڈ، نیشنل، شان، جیلی، کارن فلیکس، وغیرہ [illegible]
جوتے	ادیداس، نائیک	سروس، انگلش بوٹ وغیرہ
پٹرول	کالٹیکس، شیل	پی ایس او، پارکو
اسٹیشنری	شیفرز، پارکر، پائلٹ، تمام اسٹیشنری	ایگل، ڈالر، پیکو وغیرہ
برقی آلات	فلپس کی تمام مصنوعات، جنرل الیکٹرک، ...	کوریا اور جاپان کی تمام مصنوعات (سونی، ایل جی وغیرہ) یا پاکستانی مصنوعات
دیگر اشیاء	... ICI کے تمام ...	...
[illegible]	...	...

آبروئے ما زنام مصطفیٰ است

اُفق

ماہنامہ کراچی

Monthly **UFAQ** Karachi

جلد ۱ شمارہ ۳ جون ۲۰۰۸ء جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ

اس شمارے میں

دفتر ماہنامہ اُفق 35-A، B-77، گلشن حالی، کورنگی 4، کراچی 74900

رابطہ: 0300-2699072، ای میل: ufaqkarachi@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضیاءالقرآن

مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو انکے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انہیں آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو انکا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور وہ جو نماز پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے نیک کاموں میں خرچ کرتے ہیں۔ یہی سچے مومن ہیں اور انکے لئے رب کے ہاں بڑے درجے اور بخشش اور عزت کی روزی ہے۔(الانفال 4-3-2)

انوارالحدیث

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے اللہ تعالیٰ کیلئے محبت کی، اللہ تعالیٰ کیلئے عداوت رکھی، اللہ تعالیٰ کیلئے دیا اور اللہ تعالیٰ کیلئے دینے سے ہاتھ روک لیا، اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا ہے۔(رواہ ابوداؤد)

افکارانقلاب

تمام بینکوں کو یہ ہدایت کردی جائے کہ ذخیرہ اندوزی کیلئے گودام نہ دیئے جائیں اور نہ سرمایہ۔ بڑے بڑے تاجر، بینکوں کے پیسے سے ان اشیاء کا ذخیرہ کرتے ہیں جنکی ضرورت محسوس کی جاتی ہے کہ ایک دو ماہ بعد خوب منافع کمایا جائے۔ اسکے علاوہ سٹہ کی روک تھام بھی ازحد ضروری ہے۔ اس نے بھی قیمتوں میں غیر فطری اضافے کے رجحان پیدا کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے تاجروں، آڑھتیوں پر ہاتھ ڈالا جائے اور اشیاء ضرورت کی نقل وحرکت پر کڑی نظر رکھی جائے۔ پیداوار میں اضافے کو اولین ترجیح دی جائے اور بنیادی ضرورت کی اشیاء ارزاں نرخوں پر مہیا کی جائیں۔

انٹرویو: امام نورانی، از الطاف حسین قریشی

(ہفت روزہ زندگی 13-7 مارچ 1985ء)

نعت

سفیرِ اسلام الشاہ محمد عبدالعلیم صدیقی مدنی میرٹھی علیہ الرحمۃ

الٰہی وہ زباں دے جو ثنا خوانِ محمد ہو
ثنا ایسی جو ہر آئینہ شایانِ محمد ہو
وہ جانِ پاک دے یارب جو قربانِ محمد ہو
وہ دل دے جو شکارِ تیرِ مژگانِ محمد ہو
جنونِ عشق و گرما گرمیِ سوزِ محبت سے
یہ آوارہ ہوا ور دشت و بیابانِ محمد ہو
شرابِ شوق سے لبریز ہو پیمانۂ الفت
نگارِ حسن ہو، میں ہوں، خیابانِ محمد ہو
مقامِ لِی مَعَ اللّٰہ تک بھلا کس کی رسائی ہو
جب اُس خلوت کدہ میں خاص جانانِ محمد ہو
بدل جائے شبِ بخت سیہ صبحِ دل آرا سے
اگر جلوہ نما روئے درخشانِ محمد ہو
علیم خستہ جاں تنگ آگیا ہے دردِ ہجراں سے
الٰہی کب وہ دن آئے کہ مہمانِ محمد ہو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بے انصافی، مہنگائی، بے روزگاری یا دہشت گردی

اصل مسئلہ کیا ہے؟

پاکستان کے اعلیٰ ایوان نشینوں (قصر صدارت، وزیراعظم ہاؤس، آرمی ہاؤس، زرداری ہاؤس اور اسی طرح کے دوسرے محلات) میں تشریف فرما اس قوم کے قائدین کو شاید اس بات کا ادراک نہیں کہ پاکستانی قوم کا اصل مسئلہ کیا ہے۔ ان کا حال تو ملکہ جیسا ہے کہ جب غریب اور فاقہ زدہ عوام اس کے محل کے باہر کھڑے ہو کر روٹی روٹی کی صدا بلند کر رہے تھے تو اس نے بڑی معصومیت سے کہا تھا کہ "اگر انہیں روٹی نہیں ملتی تو یہ کیک کیوں نہیں کھا لیتے"۔

جناب زرداری صاحب، جناب میاں نواز شریف صاحب لوگ آپ کے اسلام آباد، بھوربن اور لندن کے مذاکرات اور ان سب باتوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلنے کی رائے درست کر رہے ہیں ... سے تنگ آ چکے ہیں اور اب ان کی آخری امید بھی دم توڑ رہی ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ پاکستان کے غریب عوام کس کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ زندگی کی بنیادی ضروریات سے محروم اس طبقے کا کیا حال ہے؟ آپ کا کیا ہے؟ آپ تو ... ہونے کا فائدہ ... اقتدار میں آ گئے اور جب آپ ایوانوں سے رخصت ہو گئے یا آپ کو رخصت کیا جائے گا تو کوئی ... NRO کے ذریعے آپ کی حکومت ... ہے۔ کوئی ... آپ کے اربوں روپے کے قرضے معاف کرے گا مگر وہ لوگ کہاں جائیں جو روٹی سے بھی محروم ہیں۔

10 کلو آٹے کا تھیلا جو کہ 18 فروری سے قبل ... ریٹ پر -/145 روپے میں دستیاب تھا اب -/300 روپے کا بھی نہیں مل رہا۔ ٹوٹا چاول جو کہ کل تک -/25 روپے کلو مل رہا تھا آج -/60 روپے میں بھی نہیں ملتا۔ پیٹرول کی قیمت میں 4 دفعہ اضافہ، گیس کی قیمت میں 30% اضافہ، بجلی کی 10/10 گھنٹے طویل لوڈشیڈنگ، مرکزی حکومت میں بیٹھے ہوئے وزیروں کی فوج ظفر موج، اس پر عدل و انصاف سے محرومی

خداوندا تیرے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں

عوام نے بڑی امیدوں سے 10 فروری کو جنرل مشرف اور ان کے حواریوں کے خلاف پی پی اور ن لیگ ... کا انتخاب کیا تھا۔ پچھلے حکمرانوں کے اقدامات سے ایک نفرت تھی ان کے پیچھے ... اور ... پرست لیڈر اقتدار کی ... میں آ گئے۔ مگر انہیں کیا معلوم تھا کہ آنے والے بھی NRO کی مہربانیوں اور کچھ پس پردہ قوتوں کی خصوصی ... پاکستان آئے ہیں ورنہ اس سے قبل کیوں نہ آ گئے۔ پاکستان میں سب لوگ اسی کی زلف کے اسیر ہیں جن کے لئے میر نے کہا تھا کہ

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
ان کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

لندن مذاکرات کے دوران امریکی وزیر رچرڈ باؤچر کی آمد اور ہمارے قائدین سے ملاقات کے کیا معنی ہیں؟ بہرحال اب پاکستانی عوام 10 جون سے شروع ہونے والے وکلاء کے لانگ مارچ اور اس کے نتیجے میں ہونے والی تبدیلیوں کے منتظر ہیں کیونکہ پاکستانی عوام کا سب سے بڑا مسئلہ "حصول انصاف" ہے کہ کوئی منصف آ کر ایوان عدل میں بیٹھے ان کا احتساب کرے جو ہماری قسمتوں کے فیصلے امریکی اشاروں پر کرتے ہیں۔ ان کو کٹہرے میں لا کھڑا کرے جو ملک کی دولت لوٹ کر سوئٹزرلینڈ اور یورپ میں لے گئے، ان بینکوں سے وہ قومی دولت برآمد کروائے جنہوں نے پاکستانی قوم کو ایک وقت پیٹ بھر کر کھانے سے عاجز و لاچار کر دیا۔ ان سے پوچھے کہ وہ جنہوں نے اپنے ملک کے شہری امریکہ کو بیچے اور پاکستانی نئی نسل کو خودکش بمبار اور دہشت گرد بنا دیا۔ ان ارباب اقتدار کے گریبان تک انصاف کا آہنی ہاتھ پہنچے جو دہشت گردوں کے سرپرست ہیں جنہوں نے سانحہ لال مسجد ... 12 مئی اور 9 اپریل جیسے ڈرامے اسٹیج کئے۔ ارباب اقتدار رشوت ... روٹی سے محروم عوام حصول انصاف کیلئے اب ... لانگ مارچ کیلئے تیار ہے اور یاد رہے یہ وہی ... ہے جس کی ... کے نتیجے میں موجودہ حکمران اقتدار کے ایوانوں ... باعزت طریقے سے پاکستان میں تشریف لا رہے ہیں۔

کالا باغ ڈیم منصوبہ ختم کرنے کا اعلان

حکومتی ارباب اختیار نے 27 مئی کو کالا باغ ڈیم منصوبہ ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ ان کے مطابق یہ ایک متنازع منصوبہ تھا اور ... نے اس منصوبے پر بہت وقت اور وسائل ... ہے کہ اب یہ غیر متنازعہ منصوبے ... جائیں گے جن کا ... کم سے کم وقت میں توانائی کے بحران پر قابو پایا جا سکے گا۔ حکومتی ارکان کا کہنا ہے کہ کالا باغ ڈیم بھی پاکستان کیلئے ... صوبہ سندھ ... حکومت ... ہیں۔ جب کہ ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی نے اس منصوبے کی حمایت میں وفاقی وزیر پرویز اشرف

سمیت اس منصوبے کے تمام مخالفین کو مناظرے کا چیلنج دیتے ہوئے کہا کہ یہ منصوبہ ختم کر کے ملک و قوم کی کمر توڑ دی گئی اور اس منصوبے کی منسوخی سے قوم و ملک کو جو نقصان ہوگا اسکا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت ملک میں 4000 میگا واٹ بجلی کی کمی ہے اور کالا باغ ڈیم سے توانائی کے اس بحران پر قابو پایا جاسکتا ہے جبکہ قائد حزب اختلاف چوہدری پرویز الٰہی کا کہنا تھا کہ کالا باغ ڈیم کے خاتمے کا اعلان قومی مفاد کے خلاف ہے اور یہ یکطرفہ کاروائی ہے جسکے خلاف ہر سطح پر شدید احتجاج کیا جائے گا۔ کالا باغ ڈیم ابتداء سے ہی ایک متنازعہ منصوبہ تھا جس پر سرحد، بلوچستان اور صوبہ سندھ کو سب سے زیادہ اعتراضات تھے اور سندھ کے بہت سے قوم پرست رہنماؤں نے اسے وادی مہران کو ایک صحرا میں تبدیل کرنے کی سازش قرار دیا تھا۔ انکا کہنا تھا کہ یہ منصوبہ سندھ کی آنے والی نسلوں کو ایک ایک بوند پانی کیلئے ترسا دے گا۔

بہر حال اگر کالا باغ ڈیم ایسا منصوبہ تھا جس سے ملی یکجہتی کو خطرات لاحق تھے نفرتوں کی خلیج بڑھنے کا امکان تھا تو اس کو ترک کر دینا ہی بہتر تھا۔ کیونکہ نیتوں کے حال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ لیکن یہ بات بھی دنیا پر ظاہر ہے کہ آئندہ ملکوں کے درمیان ہونے والی جنگیں بھی پانی کے حصول کیلئے ہونگی اور ان جنگوں سے بچنے اور ملک کو توانائی کے بحران سے بچانے کیلئے عملی اقدامات کیے جائیں اور صرف منصوبے نہ بنائیں بلکہ ان پر عمل کیا جائے بالخصوص بھارت کی نئے ڈیم بنانے کی منصوبہ بندی کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ وہ 54 نئے ڈیم بنا کر پاکستان کو صحرا میں تبدیل کرنا چاہتا ہے۔

لنڈی کوتل میں علماء اہلسنت کی شہادت

خیبر ایجنسی کی تحصیل جمرود میں نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے ممتاز مذہبی پیشوا شیخ گل و صاحبزادہ سینیٹر عبدالمالک قادری اور رکن قومی اسمبلی صاحبزادہ نور الحق قادری کے گھرانے کے چار افراد کو شہید کر دیا۔ اطلاعات کے مطابق رکن قومی اسمبلی نور الحق قادری کی کار میں انکے چچا اور تنظیم اہلسنت و جماعت خیبر ایجنسی کے ناظم اعلیٰ عبدالعظیم قادری، سینیٹر عبدالمالک کے صاحبزادے حافظ نور الدین قادری انکے بھائی ہمایوں قادری اور انکے بہنوئی لنڈی کوتل سے پشاور جا رہے تھے کہ جمرود روڈ پر دہشت گردوں نے اس گاڑی پر فائرنگ کر دی جسکے نتیجے میں یہ چاروں علماء شہید ہو گئے۔ یہ سانحہ 21 مئی بروز بدھ پیش آیا۔ ایسے وقت میں جبکہ قبائلی علاقہ جات اور ایجنسیاں ایک جولانگاہ کی صورت اختیار کر چکی ہیں، ان حالات میں ان علماء کا قتل ایک بہت بڑی سازش کا پیش خیمہ ہے۔ کچھ باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ اس قاتلانہ حملے کے پیچھے صاحبزادہ نور الحق قادری کے انتخابی حریفوں کا ہاتھ ہے جو کہ منشیات اور اسلحہ کے بہت بڑے اسمگلر ہیں جبکہ کچھ حلقوں کی رائے یہ ہے کہ اصل ہدف صاحبزادہ عبدالمالک اور نور الحق قادری تھے جو کہ صوبہ سرحد میں اہلسنت کے دینی مدارس کے قیام اور مسلکی بیداری کی ایک بہت بڑی مہم چلا رہے ہیں جس سے کچھ فرقہ پرست گروہوں کی اجارہ داری کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ انہوں نے اس مسئلہ کا حل یہ نکالا تھا کہ ان قائدین کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔ اسباب کچھ بھی ہوں مگر حکمرانوں کی ان المناک شہادتوں پر خاموشی اور بے حسی قابل مذمت ہے اور لگتا ہے کہ شہدائے نشتر پارک کی طرح شہدائے لنڈی کوتل کا لہو بھی رائیگاں جائیگا یہی وجہ ہے کہ تنظیم المدارس کے سربراہ مفتی منیب الرحمٰن، جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی سیکریٹری جنرل قاری محمد زوار بہادر، مفتی محمد ابراہیم قادری اور علامہ شبیر احمد ہاشمی سمیت ملک کے تمام جید علمائے کرام نے موجودہ حکومت کے طرز عمل پر عدم اعتماد کرتے ہوئے اس سازش سے پردہ اٹھانے اور قاتلوں کو بے نقاب کرنے کا مطالبہ کیا ہے کیونکہ اگر حکومت انصاف کی فراہمی میں ناکام رہی تو ملک بھر میں مذہبی فسادات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائیگا اور لوگ اپنے فیصلے خود کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

وزارت مذہبی امور

اخباری اطلاعات کے مطابق پاکستان پیپلز پارٹی اور جمعیت علمائے اسلام (ف) میں وزارتوں کے معاملات طے پا گئے ہیں اور اب اسلامی نظریاتی کونسل کے آئندہ چیئرمین [illegible] کے مولوی محمد خان شیرانی ہونگے اور مولانا فضل الرحمٰن کے چھوٹے بھائی عطاء الرحمٰن کو وزارت مذہبی امور کا قلمدان سپرد کیا جا رہا ہے۔ اس خبر پر جتنا افسوس کیا جائے اتنا کم ہے کیونکہ عطاء الرحمٰن صاحب کا تعلق جس گھرانے، جس جماعت اور جس مذہبی گروہ سے ہے انکے رجحانات اور کارکردگی پوری قوم کے سامنے رہی اور عطاء الرحمٰن کے والد مفتی محمود کا قول تھا کہ "ہم پاکستان بنانے کے جرم میں شریک نہیں" انکے بڑے بھائی کی ابن الوقتی نے 17 ترمیم کے ذریعہ پرویز مشرف کو سب سے زیادہ سہارا دیا اور مذہبی رجحانات کے حوالے سے بھی انکے عقائد پاکستان کے سواد اعظم کے بنیادی عقائد سے متصادم ہیں اور صوبہ سرحد میں سابقہ دور میں انکی جماعت کی حکومت رہی جس میں UC کی سطح سے صوبے کی وزارت اعلیٰ تک اس جماعت کے لوگوں نے جس عصبیت کے ساتھ اہلسنت کا استحصال اور لوٹ مار کی ہے وہ بھی ارباب اقتدار سے پوشیدہ نہیں۔ ان تمام وجوہات کی بناء پر ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ فضل الرحمٰن صاحب کے برادر خورد کو کم از کم وزارت مذہبی امور کا قلمدان نہ دیا جائے کیونکہ حکومت کے اس فیصلے سے پاکستان کی اکثریت کی حق تلفی اور دل شکنی ہوگی بلکہ ہم تو سید یوسف رضا گیلانی سے اپیل کرینگے کہ اس وزارت کے سب سے زیادہ حقدار مخدوم و محترم سید حامد سعید کاظمی ہیں یا پھر صاحبزادہ نور الحق قادری صاحب اور اگر مسلم لیگ ن پھر وزارتوں کی طرف لوٹے تو جگر گوشہ محدث اعظم پاکستان صاحبزادہ فضل کریم ہیں جو کہ قومی اسمبلی کے فلور پر ملک کی عظیم اکثریت کے عقیدے کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ساتھ ہی ہمارا مطالبہ یہ بھی ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی چیئرمین شپ کو سیاسی رشوت کے طور پر بلکہ اس کے مطلوبہ علمی و تحقیقی معیار پر پورے اترنے والے سواد اعظم اہلسنت کے نمائندہ عالم یا غیر متنازعہ شخصیت کو اس کا چیئرمین بنایا جائے۔

السید عقیل انجم

The Hundred

محمد ﷺ دنیا کے سب سے مؤثر انسان

مائیکل ہارٹ

کتاب "دی ہنڈریڈ" The Hundred مصنفہ مائیکل ہارٹ میں شائع ہونے والے مضمون "محمد" دنیا کا سب سے مؤثر انسان۔ کا پچھلے بیس سالوں میں بہت چرچا ہوا ہے۔ سینکڑوں مضمون نگاروں نے اپنے مضامین میں اس کا حوالہ دیا ہے۔ یہ کتاب 1987ء میں نیویارک سے منظر عام پر آئی۔ کتاب میں دنیا کی ایک صد موثر ترین شخصیات کے حالات زندگی اور ان کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں۔ کتاب میں تصاویر اور ڈایاگرام بھی دیئے گئے ہیں۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان ایک سو عظیم شخصیات کی فہرست میں نمبر ایک شخصیت سرور کونین محمد ﷺ کو قرار دیا گیا ہے۔ کتاب کا پورا نام یہ ہے۔ A Ranking of the most influential persons of history, 1987, NY

فاضل مصنف نے ان ارب انسانوں میں سے جو روئے زمین پر اب تک پیدا ہو چکے ہیں اور ایک تخمینے کے مطابق یہ تعداد انہیں بلین کے قریب ہے۔ ان میں سے حضور خاتم النبیین محمد ﷺ کو سب سے موثر ترین انسان قرار دینے کیلئے جو پیمانہ استعمال کیا ہے اس بارے میں وہ کہتا ہے کہ کتاب میں صرف موثر ترین انسانوں کا ذکر کیا گیا ہے نہ کہ عظیم ترین انسانوں کا۔ اس کے خیال میں دنیا میں عظیم انسان تو بہت ہو چکے ہیں مگر وہ کون سی شخصیت تھی جس نے تاریخ انسانی میں سب سے زیادہ اور دیرپا اثر چھوڑا ہے۔ ایسا اثر جس نے لوگوں کی زندگیوں کو خاص رنگ میں رنگین کیا اور ان کو ایک خاص رنگ میں ڈھال دیا۔ مثلاً جس انسان نے پہیہ ایجاد کیا وہ شخص یقیناً موثر ترین انسان تھا یا جس شخص نے لکھنے کا طریقہ ایجاد کیا وہ بھی موثر ترین انسان تھا۔ مصنف نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عیسائیت کے عقائد وضع کرنے میں ان کے کم اثر کا ذکر کیا ہے اس کے برعکس آنحضور ﷺ کا اسلامی عقائد وضع کرنے میں بہت اثر اور عمل دخل تھا۔

دنیا کی موثر ترین شخصیات کی فہرست میں پہلے نمبر پر محمد ﷺ کا انتخاب کرنے پر شاید کچھ لوگ حیران ہوں گے اور کچھ شاید استفسار بھی کریں گے لیکن تاریخ انسانی میں وہ تنہا شخصیت تھے جو بہ الامتیاز مذہبی اور دنیوی سطحوں پر کامیاب رہے تھے۔

(حضرت) محمد ﷺ کا نسب اگرچہ منکسر المزاج خاندان سے تھا اس کے باوجود انہوں نے نہ صرف دنیا کے ایک عظیم مذہب کی بنیاد رکھی بلکہ اس کی وسیع اشاعت و تشہیر کے بھی وہی بانی مبانی تھے۔ اسی وجہ سے وہ موثر سیاسی قائد بھی بن گئے۔ آج ان کی رحلت کے تیرہ سو برس بعد بھی ان کا اثر و نفوذ بہت طاقت ور اور ہمہ گیر ہے۔

اس کتاب میں مذکورہ بیشتر افراد کو یہ اضافی فائدہ حاصل تھا کہ وہ مختلف تہذیبوں کے مراکز میں پیدا ہوئے۔ یہ تہذیبیں ثقافتی لحاظ سے بہت ہی ترقی یافتہ اور سیاسی اعتبار سے مرکزی ممالک میں تھیں۔ (حضرت) محمد ﷺ تقریباً 570ء میں مکہ کے شہر میں پیدا ہوئے جو جنوبی عرب میں واقع تھا اور جو دنیا کا اس وقت پسماندہ ترین علاقہ تھا۔ یہ تجارت، فنون اور علوم کے مراکز سے دور افتادہ تھا۔ وہ چھ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے اور ان کی پرورش متوسط ماحول میں ہوئی۔ اسلامی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ لکھنے پڑھنے سے نابلد تھے۔ آپ کی مالی حالت قدرے بہتر ہو گئی، جب انہوں نے زندگی کے پچیسویں زینہ پر قدم رکھتے پر ایک مالدار بیوہ خاتون سے عقد ازدواج طے کیا۔ بایں ہمہ جوں ہی آپ چالیس برس کے ہوئے تو بظاہر کوئی ایسے خارجی آثار نظر نہ آتے تھے جس سے یہ ظاہر ہو کہ آپ کی شخصیت ممتاز اور نمایاں تھی۔

عربوں کی اکثریت اس دور میں (اعتقادی طور پر) مشرک تھی جو بہت سے دیوتاؤں پر یقین رکھتے تھے۔ اگرچہ مکہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کی قلیل تعداد موجود تھی اور انہی لوگوں سے بلاشبہ آپ نے ابتداء میں خدائے واحد اور قادر مطلق کا علم حاصل کیا جو ساری کائنات پر حکومت کرتا ہے۔ جب وہ چالیس برس کے ہوئے تو انہیں یقین ہو گیا کہ یہی خدائے واحد و یکتا ان سے کلام کرتا ہے اور اس نے ہی انہیں سچے دین کی تبلیغ و رسالت کے لئے منتخب کیا ہے۔

تین سال تک محمد ﷺ نے قریبی دوستوں اور متعلقین کو پیغام حق پہنچایا پھر انہوں نے 613ء کے لگ بھگ عوام الناس کو پیغام دین پہنچانا شروع کیا رفتہ رفتہ جب آپ کے معتقدین کی تعداد میں اضافہ ہونا شروع ہوا تو مکہ کے ارباب اقتدار انہیں خطرناک اور باعث زحمت فتنہ شمار کرنے لگے اس لئے 622ء میں محمد ﷺ اپنی جان کی سلامتی کے خطرہ کے پیش نظر مدینہ ہجرت فرما گئے۔ (یہ شہر مکہ کے شمال میں 200 میل کی مسافت پر واقع ہے) جہاں انہیں مناسب لحاظ سے سیاسی طاقت کی پوزیشن پیش کی گئی۔

محمد ﷺ کی ہجرت

مکہ سے مدینے کی طرف یہ سفر ہجرت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دراصل نبی کریم کی زندگی میں نقطہ تحول تھا۔ مکہ میں ان کے متبعین معدودے چند تھے مگر مدینہ میں متبعین کی تعداد میں گراں قدر اضافہ ہوا اور جلد ہی انہوں نے اتنا اثر و نفوذ حاصل کر لیا کہ وہ گویا مطلق العنان ہو گئے۔ اگلے چند سالوں میں اگرچہ آپ کے پیروکاروں کی تعداد میں سرعت سے اضافہ ہوا اس دوران مکہ اور مدینہ میں معرکوں کا سلسلہ وقوع میں آیا۔ یہ لڑائیوں کا سلسلہ 630ء میں نقطہ انجام کو پہنچا

جب آپ نے فاتح بن کر مکہ کی طرف مراجعت کی، ان کی زندگی کے بقیہ ڈھائی سالوں میں عرب قبائل نے تیزی سے نئے مذہب کو قبول کیا، جب محمد ﷺ کی وفات 633ء میں ہوئی تو وہ تمام جنوب عرب کے حقیقی حکمران بن چکے تھے۔

عرب کے بدو قبائل خونخوار جنگ جو کی حیثیت سے شہرت رکھتے تھے لیکن ایسے لوگوں کی تعداد کم تھی، ان میں تفرقہ اور باہمی جنگ بازی قہر الٰہی بن چکا تھا، یہ لوگ شمال عرب میں واقع حکومتوں سے جو زرعی علاقوں میں تھیں ان کی فوجوں سے ہرگز مقابلہ نہ کر سکتے تھے، البتہ محمد ﷺ کے ذریعہ یہ لوگ پہلی بار تاریخ میں متحد ہوئے اور سچے خدائے واحد کے عقیدہ پر یقین کی وجہ

جنگی فتوحات

لیکن ان عظیم الشان جنگی فتوحات کے باوجود جو محمد ﷺ کے قریبی دوستوں اور متصل جانشینوں یعنی ابوبکرؓ اور عمر ابن الخطابؓ کی قیادت میں ممکن ہوئیں۔ عرب پیش قدمی کا اسی پر خاتمہ نہ ہوا۔ 711ء تک عرب افواج شمالی افریقہ سے لیکر بحر اوقیانوس تک مکمل طور پر چھا چکی تھیں اس کے بعد انہوں نے شمال کی طرف رخ کیا اور جبل الطارق کے قریب سمندر سے اتر انہوں نے اسپین کی وزگوتھک مملکت کو بھی زیر نگین کر لیا۔

کچھ عرصہ کیلئے البتہ لگتا تھا کہ مسلمان پورے کے پورے عیسائی یورپ کو بھی مکمل طور پر فتح کر لیں گے

کر چکے ہیں اور اسپین میں سات سو سال کے جنگ وجدل کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخرکار عیسائیوں نے پورے جزیرہ نما پر دوبارہ تسلط حاصل کر لیا۔ البتہ عراق اور مصر جو دو پرانی تہذیبوں کے مراکز تھے ابھی تک ہر رنگ میں عرب ہیں نیز شمالی افریقہ کا ساحلی علاقہ بھی اب تک عرب چلا آ رہا ہے۔ یہ نیا مذہب درمیانی صدیوں کے عرصہ میں مسلمانوں کی اصل فتوحات کی سرحدوں سے دور پار تک پھیلتا رہا، اس نئے دین کے پیروکاروں کی تعداد اس وقت افریقہ اور وسطی ایشیا میں اربوں تک پہنچ چکی ہے جبکہ پاکستان، شمالی ہندوستان اور انڈونیشیا میں تو اس سے بھی زیادہ ہے۔ انڈونیشیا میں یہ نیا دین اتحاد کا باعث بنا ہے، اگرچہ برصغیر ہندوستان میں مسلمانوں

مصنف نے اس فہرست کی تیاری میں موثر ترین انسان کا انتخاب کرتے ہوئے درج ذیل خواص کو مدنظر رکھا ہے۔ شہرت، نیک نامی، قابلیت، استعداد، صاحب کمال اور بلند کردار، اخلاق عالی شان۔ فہرست میں دیئے گئے سو انسانوں میں پہلے دس موثر ترین انسانوں کے نام ترتیب وار یہ ہیں۔ محمد ﷺ، نیوٹن، حضرت عیسیٰ، گوتم بدھ، کنفیوشس، سینٹ پال، سائی لون، گوٹن برگ، کولمبس اور آئن اسٹائن۔ کتاب کے نصف آخر حصہ کا آغاز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخ ساز زندگی سے ہوتا ہے۔ سب سے آخر پر نیلز بوہر Niels Bohr کے حالات زندگی دیئے گئے ہیں۔ چونکہ نبی پاک سرور کونین ﷺ کا ذکر سر فہرست کیا گیا ہے اس لئے مصنف کی امانت علمی اور غیر جانبداری صاف ظاہر ہوتی ہے۔ مصنف نے بلاشبہ دنیا کی ایک صد شخصیات کے انتخاب اور ان کی فہرست کی ترتیب اور ان کی زندگی کی جانچ پڑتال میں بہت دماغ سوزی سے کام لیا ہے۔ کتاب میں دیئے گئے ملحقات بھی بہت معلومات افزا ہیں یعنی ہسٹاریکل چارٹ، مختلف جدول اور انڈیکس۔ کتاب کے اختتام پر Honorable Mention کے عنوان کے تحت مزید ایک صد شخصیات کے نام دیئے گئے ہیں اور پھر دس افراد کی زندگی مختصر الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔ اس فہرست دوم میں صرف ایک مسلمان یعنی ترکی کے سلطان محمد دوم کا ذکر کیا گیا ہے۔ کتاب کیونکہ امریکہ کے ایک فاضل ہستی کی تحریر کردہ ہے اور شخصیات کو جانچنے کا ان کا ایک اپنا پیمانہ ہے جس سے بالخصوص مسلمانوں کا متفق ہونا ضروری نہیں بالخصوص جب معاملہ ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو لیکن مضمون کی اہمیت کے پیش نظر قارئین "افق" کی خدمات میں اہم پیرا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

سے ان میں روح پھونکے جانے پر عرب کی چھوٹی چھوٹی افواج تاریخ انسانی کی حیرت انگیز فتوحات کے سلسلے پر گامزن ہوئیں۔ ملک عرب کے شمال مشرق کی طرف ساسانیوں کی عظیم ایرانی بادشاہت قائم تھی اور شمال مغرب کی طرف بازنطینی شہنشاہیت یا ایسٹرن رومن امپائر تھی جس کا دارالخلافہ استنبول (قسطنطنیہ) تھا۔ عددی طور پر عرب کے عوام اپنے مد مقابل دشمن کیلئے کوئی قابل لحاظ چیز نہ تھے لیکن میدان جنگ میں ان روح پھونکے ہوئے عربوں نے انتہائی سرعت سے پورے عراق، شام اور فلسطین کے علاقوں کو زیر نگین کر لیا۔ 642ء تک مصر کا ملک بازنطینی بادشاہت سے چھینا جا چکا تھا جبکہ ایرانی افواج کو قادسیہ (637ء) اور نہاوند کی جنگوں (642ء) میں عبرت ناک شکست ہوئی اور ان کا مکمل طور پر صفایا ہو گیا۔

البتہ 732ء میں فرانس کی جنگ طورس Battle of Tours میں مسلمان فوجیں جو قلب فرانس تک پیش قدمی کر چکی تھیں فرانسیسیوں کے جوابی حملے سے شکست کھا گئیں۔ بحر کیف بمشکل ایک سو سال کی جنگوں کے بعد یہ قبائلی بدو، محمد ﷺ کے پیغام سے روح پھونکے جانے پر ایک ایسی عظیم سلطنت کے تشکیل و انتظام تیار کر چکے تھے جو ہندوستان کی سرحدوں سے لیکر بحر اوقیانوس تک پھیلی ہوئی تھی اور یہ اتنی زبردست سلطنت تھی کہ دنیا کے مشاہدہ میں اس سے پہلے کبھی نہ آئی تھی ہر وہ جگہ یا علاقہ جو ان فوجوں نے فتح کیا وہاں بڑے پیمانے پر لوگ نئے مذہب میں جوق در جوق شامل ہو گئے۔

تاہم ان فتوحات کو زیادہ عرصہ دوام حاصل نہ ہو سکا، ایرانی قوم اگرچہ محمد ﷺ کے دین کی ابھی تک وفادار ہے مگر وہ اس عرصہ میں عرب قوم سے آزادی حاصل

اور ہندوؤں میں ٹکراؤ اتحاد پیدا کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ رہا ہے۔

تاریخ انسانی پر آپ کا اثر

تو پھر تاریخ انسانی پر محمد ﷺ کے مجموعی اثر کا تخمینہ کیسے لگائیں؟ مسلمانوں کی زندگی پر دین اسلام کی چھاپ بہت گہری ہے جس طرح دوسرے مذاہب کی چھاپ ان کے متبعین پر بہت گہری ہے، اسی بناء پر دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کے بانیوں کو اس کتاب میں نمایاں جگہ دی گئی ہے، چونکہ دنیا میں مسلمانوں کی نسبت عیسائی دو گنا تعداد میں ہیں اس لئے پہلی نظر میں تعجب خیز معلوم ہوتی ہے کہ محمد ﷺ کو (حضرت عیسیٰ) سے بڑا درجہ اس فہرست میں کیوں دیا گیا ہے۔ اس انتخاب کی دو وجوہات ہیں اول محمد ﷺ نے مذہب

میں اسلام کے پھیلاؤ میں اسلام کے ارتقاء اور نمو میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ اگرچہ عیسائیت کی اشاعت اور ارتقاء میں سینٹ پال کے ذمے سیاسی اور اخلاقی اصولوں کو وضع کرنے کا ادراک (حضرت) عیسیٰ تھے (جہاں تک کہ یہ عیسائیت سے ممتاز ہیں) اپنی اہمیت [illegible] پال کی الٰہیات کو وضع کرنے کا زیادہ ادراک [illegible] سب سے بڑا مبلغ اور عہد نامہ جدید کے ایک بڑے حصے کا مصنف بھی ہے۔

محمد ﷺ نے اس کے برعکس مذہب اسلام کے پیرو اخلاقی اور بنیادی معاملات اور اس کی الٰہیات کو وضع کیا ہی ہے۔ انہوں نے تبلیغ اسلام اور مذہب اسلام کے اصول کی ترویج میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس کے وہ مسلمانوں کی مقدس کتاب قرآن کے مصنف بھی ہیں (نعوذ باللہ) جو ان کی شخصی طور پر بے حد ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور ان کے داخلی جذبات و ارادات کا مجموعہ ہے۔ (نعوذ باللہ) جو اللہ تعالیٰ نے [illegible] پر نازل ہوا انہیں یقین تھا کہ [illegible] صورت میں اللہ کی جانب سے ان پر [illegible] نازل ہوا ہے۔ [illegible] محمد ﷺ کی زندگی [illegible] منظم طریق [illegible] گئے۔ لہٰذا آپ محمد ﷺ کے افکار و تعلیمات کی صحیح عکاسی اور اصل [illegible] (بلکہ بسا اوقات لفظی) کرتا ہے۔

اس کے برعکس حضرت عیسیٰ کا کوئی ایسا مقدس مفصل مجموعہ [illegible] جو باقی نہیں بچا ہے۔ چونکہ قرآن مسلمانوں کیلئے اتنا ہی اہم ہے جتنی کہ بائبل عیسائیوں کیلئے اس لئے قرآن کے ذریعے محمد ﷺ کا اثر و نفوذ مسلمانوں کی زندگیوں پر بہت گہرا ہے۔ بلکہ بہت ممکن ہے کہ محمد ﷺ کا (متناسب اثر) اسلام پر بہت زیادہ ہے بہ نسبت (حضرت) عیسیٰ اور سینٹ پال [illegible] کے عیسائیت پر مجموعی اثر کے۔ خالص [illegible] دیکھا جائے تو لگتا ہے کہ محمد ﷺ کا اثر تاریخ انسانی [illegible] (حضرت) عیسیٰ کا۔

مزید [illegible] محمد ﷺ (برخلاف حضرت عیسیٰ کے) مذہبی راہنما ہونے کے ساتھ ساتھ دنیاوی قائد بھی تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ تمام عرب فتوحات کے پیچھے قوت محرکہ (Driving Force) ہونے کی بنا پر ان کو تمام دنیا کے سیاسی قائدین میں اول درجہ کا سب سے موثر قائد قرار دیا جانا چاہیے۔

بہت سارے تاریخی واقعات کے بارے میں شاید کوئی شخص کہے کہ وہ ہر صورت میں واقع ہوتے اور کسی خاص سیاسی قائد کے بغیر بھی انہوں نے وقوع پذیر ہونا ہی تھا۔ مثلاً جنوبی امریکہ کی کالونیاں نے اسپین سے آزادی حاصل کر ہی لینی تھی خواہ سائمن بولیوار Bolivar کا وجود نہ ہوتا لیکن عرب فتوحات کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا۔ محمد ﷺ سے پہلے کوئی ایسا واقعہ ظہور پذیر نہ ہوا تھا اور نہ ہی یہ یقین (قیاس) کرنے کی کوئی معقول وجہ ہے کہ ان کے بغیر یہ فتوحات حاصل ہو سکتی تھیں۔ تیرھویں صدی میں ہونے والی منگول فتوحات ہی ان عرب فتوحات کی قریب ترین مثال ہیں جو کہ بہت حد تک چنگیز خان کے بنیادی اثر کا نتیجہ تھیں۔ اگرچہ یہ فتوحات عرب فتوحات سے زیادہ وسیع تر تھیں مگر یہ پائیدار ثابت نہ ہوئیں اور آج منگولوں کے زیر قبضہ صرف وہی ممالک ہیں جو چنگیز خاں سے پہلے ان کے زیر نگیں تھے۔

عربوں کی جنگی فتوحات ان سے بہت زیادہ مختلف فتوحات تھیں۔ عراق سے لیکر مراکش تک عرب ممالک کا ایک وسیع سلسلہ ہے جو نہ صرف اسلام پر عقیدہ کی وجہ سے متحد ہے بلکہ زبان، تاریخ اور تہذیب کی وجہ سے بھی۔ مذہب اسلام میں قرآن کی مرکزیت کی بنا پر اور یہ (کتاب) عربی زبان میں لکھی ہوئی ہے فی الواقعہ اس امر نے عربی زبان کو ٹوٹ پھوٹ کر باہم غیر واضح بولیوں سے بچائے رکھا جو بصورت دیگر پچھلی تیرہ صدیوں میں شاید جنم لے لیتیں۔ عرب ریاستوں کے مابین اختلافات اور تفرقے یقیناً موجود ہیں اور یہ اختلافات کافی زیادہ اور اہم ہیں لیکن یہ جزوی اختلافات ہمیں اتحاد کرنے کا سبب نہ بنیں کے اہم جوہر کو پہچان نہ سکیں جو مسلسل ان میں چلے آرہے ہیں۔ مثال کے طور پر نہ تو ایران اور نہ ہی انڈونیشیا جو دونوں تیل پیدا کرنے والے ممالک ہیں اور جو مذہب کے لحاظ سے اسلامی ہیں انہوں نے 1973-74 کے آئل ایمبارگو میں حصہ لیا تھا یہ کوئی اتفاقی بات نہیں کہ تمام عرب ریاستیں اور صرف عرب ریاستیں ہی اس پابندی میں شریک ہوئی تھیں۔

تو یہ بات ظاہر ہے کہ ساتویں صدی کی عرب فتوحات انسانی تاریخ میں ایک اہم کردار ادا کرتی آ رہی ہیں اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ دینی اور دنیاوی اثر کا یہ بے نظیر امتزاج ہے جو میرے خیال میں محمد ﷺ کو تاریخ انسانی کی سب سے موثر ترین شخصیت قرار دیتا ہے۔

جنرل مشرف کا مواخذہ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے

جنرل جمشید کیانی کے چشم کشا انکشافات

اسفندیار خان

راولپنڈی کے سابق کور کمانڈر اور فیڈرل پبلک سروس کمیشن کے سابق چیئرمین ریٹائرڈ لیفٹننٹ جنرل جمشید



مشرف اس وقت پاکستان کے ناپسندیدہ ترین فرد ہیں

گلزار کیانی نے کارگل کی جنگ، سابق وزیر اعظم نواز شریف کے خلاف بنائے گئے طیارہ سازش کیس، نائن الیون کے بعد جنرل پرویز مشرف کی پالیسیوں، لاپتہ افراد، سانحہ لال مسجد اور دیگر معاملات کے بارے میں گزشتہ روز ایک ٹی وی چینل کو دیئے گئے انٹرویو میں انتہائی اہم انکشافات کئے ہیں جن سے ان معاملات میں جنرل مشرف کا مجرمانہ طرز عمل پوری طرح کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ کارگل کی جنگ کے بارے میں جنرل کیانی نے جو کچھ بتایا اس سے اس وقت کے وزیراعظم میاں نواز شریف کے اس موقف کی پوری طرح توثیق ہوگئی ہے جس کا اظہار وہ پچھلے برسوں کے دوران اپنے مختلف انٹرویوز میں بار بار کرتے رہے ہیں۔ جنرل کیانی نے اپنے اس انٹرویو میں جو کچھ کہا اس کے مطابق کارگل کی جنگ وزیراعظم اور اعلیٰ فوجی قیادت کے بیشتر ارکان کے علم میں لائے بغیر شروع کی گئی تھی اور اس بات کا کوئی اندازہ نہیں لگایا گیا تھا کہ اس کے نتیجے میں بھارت کی جانب سے ایک بھرپور جنگ مسلط کی جاسکتی ہے۔ جنرل کیانی کا کہنا ہے کہ کارگل تنازع مکمل ناکامی تھا۔ پاکستانی فوجیوں کی لاشیں آج تک نہیں ملی ہیں۔ نواز شریف کو کارگل معاملے سے الگ رکھا گیا۔ تاہم فوج کی ساکھ بچانے کیلئے انہوں نے امریکہ کا دورہ کیا تاکہ بھارت کو جنگ سے باز رکھا جاسکے مگر جنرل مشرف نے انہیں کارگل کی شرمناک ہزیمت کا ذمہ دار قرار دینے کی کوشش شروع کردی۔ جنرل کیانی نے نواز شریف پر جنرل مشرف کے طیارے کے اغواء کے الزام کو بھی تسلیم نہ کرتے ہوئے کہا کہ جنرل پرویز مشرف نے طیارہ سازش کیس کی کہانی بنائی مگر میں اس پر بات نہیں کروں گا۔ جنرل کیانی کے اس گریز کی وجہ واضح طور پر یہ ہے کہ عدالت



ان حقائق کے بعد کارگل پر کمیشن بننا چاہیے

اس بارے میں فیصلہ دے چکی ہے، اس لئے کسی اعلیٰ عدالت میں اگر یہ مقدمہ از سر نو سنا جائے تبھی حقائق سامنے لائے جاسکتے ہیں۔ جنرل کیانی نے جنرل مشرف کے صدارتی ریفرنڈم کو سراسر ڈھونگ قرار دیتے ہوئے بتایا کہ ان سمیت کئی کور کمانڈروں نے جنرل مشرف کو ریفرنڈم نہ کرانے کا مشورہ دیا تھا اور کہا تھا کہ اس کے نتیجے میں آپ بھی جنرل ضیاء الحق کی صف میں شامل ہوجائیں گے لیکن جنرل مشرف نے اس مشورے کو قبول نہیں کیا۔ جنرل کیانی نے نائن الیون کے بعد جنرل مشرف کی پالیسیوں کو پاکستان کی سرزمین پر امریکا کی جنگ کے مترادف قرار دیا جس کی پوری قوم کو بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑ رہی ہے۔ انہوں نے جنرل پرویز مشرف کے اس دعوے کو بھی غلط قرار دیا کہ امریکا نے اس جنگ میں ساتھ نہ دینے کی صورت میں پاکستان کو پتھر کے دور میں پہنچا دینے کی دھمکی دی تھی۔ جنرل کیانی کا کہنا تھا کہ یہ وہ بات ہے جو جنرل مشرف ہمیں بتاتے ہیں جبکہ امریکیوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی۔ رچرڈ آرمٹیج کے حوالے سے یہ بات کہی جاتی ہے وہ تو اس کی تردید کرچکے ہیں۔ جنرل کیانی نے کہا کہ اس وقت کے امریکی وزیر خارجہ کولن پاول نے جنرل مشرف کو فون کرکے جو کچھ کہا تھا وہ محض اتنی بات تھی کہ یا تو آپ ہمارے ساتھ ہیں یا ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ آپ کے لئے کوئی درمیانی راستہ موجود نہیں۔ جنرل کیانی کے مطابق یہ کہنا غلط ہے کہ اس کے بعد جنرل مشرف کے پاس امریکا کا ساتھ دینے کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس بارے میں قومی ریفرنڈم کا اہتمام کرسکتے تھے۔ قوم کو آنے والے حالات کیلئے تیار کرسکتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی فوج نہ عراق آرہی ہے نہ افغان



میں نے بہت سے کیانی دیکھے ہیں

آرمی، یہ دنیا کی بہترین افواج میں شامل باقاعدہ پیشہ ور فوج ہے اس لئے نائن الیون کے امریکہ کے سامنے ڈھیر ہو جانے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ جنرل کیانی نے لاپتہ افراد کے بارے میں جنرل مشرف کے کردار پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ مشرف اس وقت پاکستان کے ناپسندیدہ ترین فرد ہیں۔ اگر یہ لوگ مجرم ہیں تو انہیں عدالتوں میں لایا جانا چاہئے۔ انہوں نے سانحہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں فاسفورس بم استعمال کئے جانے کی توثیق کرتے ہوئے اسے بدترین ظلم قرار دیا اور کہا کہ اس کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اگر لال مسجد میں غیر ملکی مزاحمت کار موجود تھے تب بھی ان کا محاصرہ جاری رکھ کر انہیں کچھ مدت کے بعد گرفتاری پیش کرنے پر آمادہ کیا جا سکتا تھا کیونکہ حکومت نے لال مسجد کے مکینوں کی بجلی، پانی اور گیس سب کچھ بند کر رکھا تھا ایسی صورت میں وہ کتنی دیر تک قلعہ بند رہ سکتے تھے جبکہ جنرل کیانی نے یہ بھی کہ وہاں سرے سے کوئی غیر ملکی موجود ہی نہیں تھا۔ واضح رہے کہ مسلمانوں اور اسلام کے کھلے دشمن امریکی صدر جارج بش نے علی الاعلان کہا کہ لال مسجد کے خلاف کارروائی ہمارے ایجنڈے کا حصہ تھی اس لئے یہ بات یقینی ہے کہ یہ غیر ضروری اور انتہائی وحشیانہ اقدام جنرل مشرف نے محض امریکا کی خوشنودی کیلئے کیا تھا۔

جنرل کیانی نے خودکش حملوں کی مذمت کے باوجود انہیں جنرل مشرف کی امریکا کی غلامی پر مبنی پالیسیوں کا رد عمل قرار دیا جو پوری قوم کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ جنرل کیانی نے جو آئی ایس آئی میں ذمہ دار عہدے پر فائز رہ چکے ہیں، بتایا کہ جنرل مشرف نے آئی ایس آئی سے غلط کام کرائے۔ انہیں اس سے منع کیا گیا مگر وہ نہیں مانے۔ انہوں نے بتایا کہ جنرل مشرف سے ان کے اختلافات نائن الیون کے بعد شروع ہوئے۔ جس کے بعد انہیں فیڈرل پبلک سروس کمیشن کا چیئرمین بنا دیا گیا۔ تاہم اس کے بعد آئین اور قواعد و ضوابط کے مطابق کام کرنے کی بجائے ان سے نااہل لوگوں کی ترقیوں اور تقرریوں کے مطابق کئے گئے، جنہیں ماننے سے انہوں نے انکار کر دیا جس کے نتیجے میں انہیں مدت ملازمت سے بہت پہلے غیر آئینی طریقے سے اس منصب سے ہٹا دیا گیا۔ اس مقدمے کیلئے پی سی او کے تحت اس منصب کی پانچ سال کی آئینی مدت کو گھٹا کر تین سال کر دیا گیا۔ جنرل جمشید گلزار کیانی کی یہ گواہی اس لئے بہت اہم ہے کہ یہ گھر کے بھیدی کی گواہی ہے۔ کارگل اور نائن الیون وغیرہ کے حوالے سے جنرل کیانی براہ راست معلومات رکھتے ہیں۔ ان کی روشنی میں جنرل مشرف کا کردار ہر مرحلے پر انتہائی قابل گرفت دکھائی دیتا ہے، اس لئے ان انکشافات کو سرسری نہیں لیا جانے چاہئے بلکہ ان کی بنیاد پر جنرل مشرف کا مکمل مواخذہ کیا جانا چاہئے۔ میاں نواز شریف اس وقت سے کارگل پر تحقیقاتی کمیشن بنانے کا مطالبہ کر رہے ہیں جب جنرل مشرف نے انہیں طیارہ سازش کیس کے الزام میں قید کر رکھا تھا اب جبکہ ملک میں ایک منتخب پارلیمنٹ موجود ہے تو اس کمیشن کے قیام میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔ طیارہ سازش کیس، کارگل، نائن الیون اور سانحہ لال مسجد سمیت جنرل مشرف اور ان کے ساتھیوں سے ان کے سارے کئے دھرے کا حساب لیا جانا چاہئے۔ الزامات کے درست ثابت ہونے کی صورت میں ان پر قومی مفادات سے غداری کا مقدمہ چلایا جانا چاہئے۔ یہ قوم کا حق بھی ہے اور عدل کا تقاضا بھی اور جن معاشروں میں عدل قائم نہ ہو وہ تباہ ہو کر رہتے ہیں۔

موت العالِم موت العالَم

مولانا جمیل احمد نعیمی ضیائی

زندگی ان کی ہے جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

مخدوم و محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مسعود ملت نقشبندی، مجددی، مظہری علیہ الرحمۃ سے احقر کے چار دہائیوں اکثروں سے خوشگوار اور احترام باہمی کے تعلقات تھے۔ آپ نہ صرف ایک عظیم محقق و مصنف اور مفکر و دانشور تھے بلکہ ایک عالم باعمل اور صوفی باصفا ہونے کے ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ اور مظہریہ کے عظیم شیخ طریقت اور رہبر شریعت بھی تھے، بلکہ یوں کہیے کہ موصوف شریعت و طریقت کا حسین امتزاج تھے۔ مولائے کریم جل مجدہ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے طفیل انہیں بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا، حسن اخلاق، شفقت و محبت، عجز و انکسار، استقامت، بڑوں کا ادب و احترام اور چھوٹوں کے ساتھ لطف و شفقت آپ کا خاص شعار تھا۔ نیز "انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" کا پیکر اور "العالم من عمل بعلمہ" کا موصوف نمونہ تھے۔ آپ کو دیکھ کر اسلاف کی یادگار تازہ ہو جایا کرتی تھی، کیونکہ آپ اپنے اکابر کی امانتوں کے پاسبان اور روایتوں کے نگہبان تھے۔ مسعود ملت اس دور میں قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرخیل، امام ربانی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی علیہ الرحمۃ، زبدۃ العارفین، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرخیل، امام ربانی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی علیہ الرحمۃ کے ارشادات و تعلیمات کے بہترین معلم و شارح بھی تھے۔ علمائے اسلام، مشائخ عظام اور زعمائے کرام بھی آپ کے احترام اور آپ سے محبت سے پیش آتے، اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خاں صاحب محدث بریلوی قادری قدس سرہ القوی پر جس خوبصورت انداز میں دنیائے عرب و عجم کے پڑھے لکھے طبقے میں تعارف کرایا وہ آپ ہی کا حق ہے۔ جسے اپنوں اور بیگانوں سب ہی نے جانا اور مانا، اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب مکرم شفیع معظم ﷺ کے صدقے موصوف کی خدمات جلیلہ اور مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ عظمت پناہ میں منظور و مشکور فرماتے ہوئے ان کے فرزند ارجمند میاں ابوالسرور محمد مسرور نقشبندی مظہری زید مجدہ، اور ان کے مریدین معتقدین اور متوسلین کو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے عظیم و جلیل مشن کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق رفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین ثم آمین بجاہ حبیبہ الامین)

احقر اپنی اس مختصر تحریر کو مرحوم جگر مراد آبادی کے اس شعر پر ختم کرتا ہے۔

جگر راہ وفا میں نقش ایسے چھوڑ آیا ہوں
کہ دنیا دیکھتی ہے اور مجھ کو یاد کرتی ہے

افتخار چوہدری سے گنگا جل تک!

معین الدین خان



شہر کراچی میں چوری، ڈکیتی اور اسٹریٹ کرائمز کی بڑھتی ہوئی وارداتوں اور ان تمام واقعات میں پولیس کی ناکامی کے بعد انصاف سے محروم اور موجودہ نظام سے ناراض عوام کا غیض وغضب ایک نئے انداز میں دنیا کے سامنے آیا جب کہ 14 مئی 2008ء بروز بدھ عیدگاہ تھانے کی حدود میں لنڈا بازار روڈ نزد KMC ورکشاپ کے نزدیک واقع صفیہ کلام بلڈنگ کی تیسری منزل پر رہائشی حاجی ابراہیم سومرو کے گھر میں تین ڈاکو KESC کے اہلکاروں کے بھیس میں داخل ہوئے اور لوٹ مار شروع کر دی اس اثناء میں جب حاجی ابراہیم کے 25 سالہ نوجوان بیٹے اکبر نے مزاحمت کی تو اسے گولیاں مار کر زخمی کر دیا گیا۔ واردات کے بعد ڈاکو فرار ہونے کی کوشش کر رہے تو اہل محلہ نے انکا تعاقب کیا تو انہوں نے قریبی مکان میں داخل ہو کر ایک خاتون کو یرغمال بنالیا لیکن آخر کار تینوں ڈکیت پکڑے گئے اور عوام نے انہیں بھرپور تشدد کا نشانہ بنایا۔ پولیس واردات کی اطلاع پر موقع پر پہنچی اور لوگوں سے ڈاکوؤں کی حوالگی کا مطالبہ کیا مگر لوگوں نے سنی ان سنی کر دی اور پولیس کے سپاہیوں سے کہا کہ اگر تم واقعی قانون کے محافظ ہو تو ہمارے سامنے انہیں گولی مارو نہیں تو ہم خود انہیں جلا دیں گے۔ پھر چشم فلک نے وہ منظر دیکھا کہ انسانی دل دہل گئے اور مشتعل لوگوں نے زخمی ڈاکوؤں پر مٹی کا تیل چھڑک کر انہیں زندہ جلا دیا اور اس دوران پولیس تماشائی کی حیثیت سے موقع پر کھڑی منہ تکتی رہی۔ اس دوران دو ڈاکو موقع پر جل کر ہلاک ہو گئے جبکہ تیسرے نے ہسپتال پہنچ کر زندگی کی بازی ہار دی۔

14 مئی کے بعد سے ڈاکوؤں کو زندہ جلانے یا جلانے کی کوشش کرنے کے واقعات کا پورے ملک میں ایک تانتا بندھ گیا۔ ان واقعات کو کچھ لوگوں نے ردعمل کچھ نے مکافات عمل اور کچھ نے انسانیت کی تذلیل وبربریت اور کچھ نے ایک نئی راہ قرار دیا۔ ان واقعات کو دیکھ کر ہمیں تو ایک انڈین فلم ''گنگا جل'' یاد آ گئی جس میں جرائم ومظالم سے تنگ آئے ہوئے لوگوں نے خود ہی قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور جرائم پیشہ عناصر کو قابو کر کے انکی آنکھوں میں تیزاب ڈال کر انہیں اندھا کرنا شروع کر دیا تھا۔

ظاہر ہے ملک کے اس شہر میں جسے منی پاکستان کہا جاتا ہے، اخباری اطلاعات کے مطابق جرائم کی رفتار یہ رہی کہ یکم مارچ تا 20 مئی 1465 کاریں اور 3574 موٹر سائیکلیں یا تو چوری کر لی گئیں یا چھین لی گئیں اور اس دوران مزاحمت کرنے پر ملزمان کی فائرنگ سے 8 افراد ہلاک ہوئے۔

جس شہر میں چند سو روپے اور موبائل کی خاطر معصوم انسانوں کی جان لے لی جاتی ہے، جہاں ہر گھنٹے میں ڈکیتی کی وارداتیں ہوتی ہوں، جہاں انصاف کے حصول کیلئے عمریں بیت جاتی ہوں، جائیدادیں بک جاتی ہوں پھر بھی انصاف نہ ملتا ہو۔ اس شہر میں اگر انصاف لوگوں کا غم وغصہ کسی نہ کسی طرح تو نکلے گا ہی۔ جس ملک کا چیف جسٹس خود انصاف سے محروم ہو اور جس ملک کا سب سے مقدس اور سب سے زیادہ محترم ادارہ ظلم وبے انصافی میں ملوث ہو، جہاں بلے کو دودھ کا رکھوالا بنا دیا گیا ہو وہاں کس بات کی امید کی جا سکتی ہے۔

کسے وکیل کریں کس سے مدعا چاہیں

ملک کے مقتدر ایوانوں میں بیٹھے ہوئے ارباب اقتدار کو چاہیئے کہ اگر وہ پاکستان کو بچانا چاہتے ہیں ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنا چاہتے ہیں۔ اس ملک کے باسیوں کو خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں، انکی محرومیوں اور دکھوں کا مداوا چاہتے ہیں۔ 14 مئی جیسے انسانیت سوز واقعات کا اعادہ نہیں چاہتے تو وہ اس ملک کے 16 کروڑ عوام کو صرف اور صرف انصاف دے دیں۔ انہیں افتخار چوہدری کی صورت میں انصاف کا رکھوالا دے دیں۔

+ + + + +

گفتگو

لوگ مینڈیٹ چہروں کی نہیں نظام کی تبدیلی کیلئے دیتے ہیں

صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

مدینہ منورہ کے بعد پوری اسلامی دنیا میں پاکستان واحد مملکت ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آئی

میرے لاہور والے مکان میں حضرت قائد اہلسنت اور مولانا نیازی کا اتحاد ہو، جہاں میں نے ان قائدین کو جمع کیا تھا

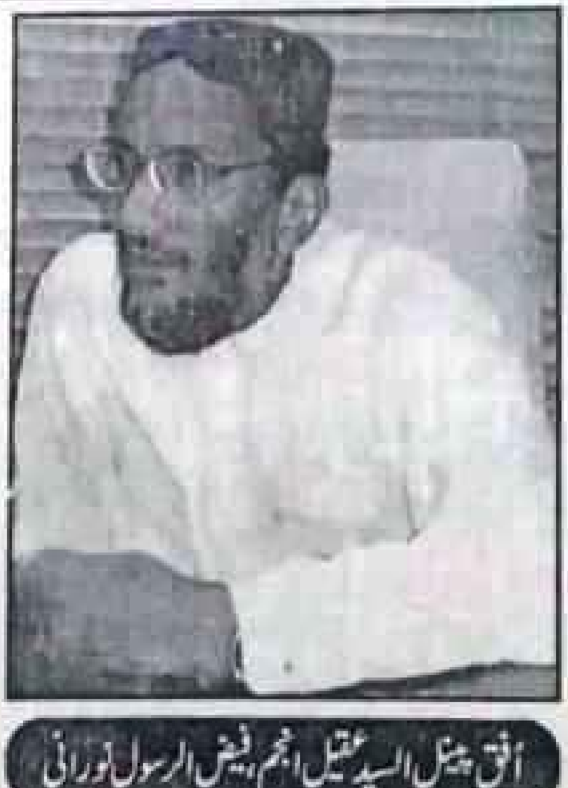
معاملہ فہم نوجوان، بذلہ سنج، حاضر جواب، رہبر شریعت، شیخ طریقت، استاذ کل علامہ عطا محمد بندیالوی کے مایہ ناز شاگرد، برصغیر کے دو نامور علمی و روحانی خانوادوں کی امانتوں کے امین یہ ہیں جمعیت علمائے پاکستان کے مرکزی نائب صدر اول، قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی کے گرم و سرد کے رفیق اور با اعتماد ساتھی حضرت علامہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، جنہوں نے حیدرآباد کی قومی اسمبلی کی نشست پر MQM کے آفتاب کو غروب کرنے کا کارنامہ سرانجام دیا۔ انکی کھری کھری باتوں میں امام ربانی مجدد الف ثانی کی حق گوئی اور بے باکی کی جھلک نمایاں ہے۔ موضوع کیسا ہی کیوں نہ ہو، بے تکان گفتگو کرتے ہیں۔ حلقہ طریقت میں تشریف فرما ہوں تو شاہ رکن الدین الوری کا رنگ ولایت اور مفتی اعظم شاہ مظہر اللہ دہلوی کا علم و تقویٰ نمایاں نظر آتا ہے۔ زندگی سادگی و وضع داری کا نمونہ ہے۔ نام کے ساتھ صاحبزادہ لگا ہونے کے باوجود صاحبزادگی چھو کر بھی نہیں گزری۔ مہمان نوازی کے فن سے بھی خوب واقف ہیں۔

جب ہم جامعہ رکن الاسلام مجددیہ کے دفتر میں انٹرویو کیلئے داخل ہوئے تو دفتر کی سادہ و سفید پوش آرائش دیکھ کر امام نورانی کا حسن ذوق اور سادگی کی یاد تازہ ہو گئی۔ ایک درجن سے زائد علمی تحقیقی کتب کے مصنف ہیں۔ پاکستان کی مایہ ناز دینی درسگاہ جامعہ رکن الاسلام کے شیخ الحدیث و مہتمم ہیں جسے سندھ کی دو یونیورسٹیز کے علاوہ عالم اسلام کی عظیم علمی درسگاہ جامعۃ الازہر سے نسبت معادلہ ہے اور آج بھی جامعہ رکن الاسلام کے 20 سے زائد طلباء جامعۃ الازہر میں زیر تعلیم ہیں۔ جامعہ رکن الاسلام کی عمارت اور اس کا انتظام و انصرام دیکھ کر منتظم کے حسن ذوق کو داد دینی پڑتی ہے۔ آیئے صاحبزادہ صاحب کی کھری کھری باتیں سنتے ہیں۔

س: آپ اپنے ذاتی حالات، خاندان، تعلیم اور دینی و عملی خدمات کے بارے میں کچھ بتایئے۔

ج: سب سے پہلے میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے موجودہ حالات کے تناظر میں مجھے گفتگو کا موقع دیا۔ میری طرف سے "ماہنامہ افق" کے اجراء پر دل کی عمیق گہرائیوں سے مبارکباد قبول فرمایئے، میری دعا ہے کہ یہ میگزین کامیابی و کامرانی کیساتھ جاری و ساری رہے اور اہلسنت کا ترجمان رسالہ ثابت ہو۔

میرے جد امجد شاہ رکن الدین الوری برصغیر کے معروف عالم دین تھے۔ میرے والد محترم مفتی شاہ محمود الوری مفتی اعظم پاکستان تھے۔ میرے نانا مفتی شاہ مظہر اللہ دہلوی، دہلی کی شاہی مسجد فتح پوری کے خطیب تھے۔ قائد اعظم محمد علی جناح، خان لیاقت علی خان، ابوالکلام آزاد جیسے زعماء ان کے پاس حاضری دیا کرتے تھے اور رہنمائی لیا کرتے تھے۔ علماء اہلسنت میں صدر الافاضل السید نعیم الدین مراد آبادی، مفتی عبدالحفیظ آگروی جیسی شخصیات آپ کے پاس آیا کرتی تھیں۔ مفتی مظہر اللہ دہلوی کو یہ اعزاز بھی حاصل



افق پینل السید عقیل انجم، فیض الرسول نورانی

ہے کہ جب ہندوستان میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر ان کے بعض اشعار کی وجہ سے اعتراضات کئے گئے اور ان پر کفر کے فتوے لگے تو آپ نے ان کا دفاع کیا وہ اعلیٰ حضرت کی برأت ظاہر کرنے اور ثابت کرنے والے ہیں۔ انہوں نے فتویٰ دیا اور خوب تحقیقات کر کے کہا کہ اعلیٰ حضرت پر جو بھی اعتراضات ہیں وہ غلط ہیں اور بدنیتی کی بنیاد پر ہیں۔ بحمداللہ میرے

نانا جان مفتی مظہر اللہ دہلوی نے ان الزامات سے اور ان فتووں سے جو اعلیٰ حضرت پر لگائے گئے تھے، ان کو بری کیا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ننھیال اور ددھیال دونوں مذہبی عطا فرمائے، اسی لئے میرے اُستاذ محترم اُستاذ کل علامہ عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، میاں تمہارا تو نانا بابا دونوں ریشم کے ہیں۔ یہاں، حیدرآباد کے اندر میری پیدائش ہوئی۔ تاریخ پیدائش ٹھیک یاد نہیں، آباؤ اجداد کہتے تھے بروز بدھ 17 رجب المرجب 1956ء ہے۔ میٹرک حیدرآباد سے کیا۔ دینی تعلیم کا آغاز جامعہ رکن الاسلام حیدرآباد سندھ سے کیا۔ میری دستار بندی میرے والد محترم نے اپنوں ہاتھوں سے کی، درمیان میں کچھ عرصہ بندیال شریف چلا گیا۔ ملک المدرسین علامہ عطا محمد بندیالوی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ بندیال کے پڑھنے میں بڑی برکت تھی، میری تعلیم کیلئے والد صاحب نے خصوصی طور پر مناظر اسلام، مولانا اشرف سیالوی صاحب کو حیدرآباد بلوایا ان سے بھی میں نے شرف تلمذ حاصل کیا، اس کے بعد مصر چلا گیا اور وہ رہ کر تدریسیہ جامعۃ الازہر مصر سے کیا۔

والد گرامی نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں خلافت عطا فرمائی۔ میرے نانا مفتی مظہر اللہ دہلوی نے بھی مجھے خلافت عطا فرمائی تھی۔ میرے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ تینوں بیٹے ماشاء اللہ عالم دین اور مدرس ہیں۔ میں نے ان کو جدید اور قدیم دونوں علوم پڑھوائے ہیں۔ ہمارے ادارے کو الحمد اللہ یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کا عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ الازہر ،سندھ یونیورسٹی ،شاہ عبداللطیف بھٹائی یونیورسٹی خیر پور سے الحاق ہے۔ اس وقت بھی جامعہ رکن الاسلام کے 20 طلبہ جامعہ ازہر میں زیر تعلیم ہیں۔ جامعہ رکن الاسلام میں درس نظامی کے ساتھ ساتھ نرسری سے میٹرک تک انگلش میڈیم تعلیم کے ساتھ ساتھ آٹھ سالہ درس نظامی کورس بھی کرایا جاتا ہے۔ خواتین کیلئے عالمہ کورس اور کمپیوٹر کی تعلیم جدید کا انتظام بھی موجود ہے۔ میں خود بھی پڑھاتا ہوں۔ بیضاوی شریف اور ترمذی شریف ،شرح عقائد نسفی میری پسندیدہ کتب ہیں۔ میں نے دس سال محنت اور تحقیق کی اور سندھ کے صوفیائے نقشبند پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور الحمد اللہ دو جلدوں میں یہ مقالہ شائع ہوا۔ اسکے علاوہ دیگر تصانیف بھی ہیں جنھیں ضیاء القرآن والوں نے شائع کیا ہے۔

س O سیاسی سفر کا آغاز کب اور کس جماعت سے کیا؟

ج ☆ ضیاء الحق کے مارشل لاء کے دوران جب جمعیت علماء پاکستان تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے نام سے کام کررہی تھی میں حضرت قائد اہلسنت کے پاس کراچی حاضر ہوا کرتا تھا تو ایک دفعہ حضرت نے فرمایا کہ اپنے آباؤ اجداد کے مزارات اور خانقاہوں کے بچاؤ کیلئے جمعیت میں شمولیت اختیار کرو۔ حضرت کے حکم شفقت ومحبت کی وجہ سے میں نے جمعیت علماء پاکستان میں شمولیت اختیار کی۔ سب سے پہلے حیدرآباد ڈویژن کا چیف آرگنائزر بنا۔ جنوری 1984ء میں حیدرآباد کا چیف آرگنائزر بنا۔ نومبر 1984ء میں سندھ کا سیکریٹری جنرل بنا۔ 1986ء کے لسانی فسادات کے دوران جمعیت علماء پاکستان کو مزید منظم کیا۔ بڑے بڑے علماء ومشائخ اور مختلف طبقہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کو جمعیت علماء پاکستان میں شامل کرایا یہی وجہ ہے کہ حضرت قائد اہلسنت حیدرآباد کی کارکردگی پر بہت خوش تھے۔ 1987ء میں دوبارہ صوبائی سیکریٹری جنرل سندھ بنا۔ 1990ء میں صوبائی سینئر نائب صدر اول بنا اسکے بعد JUP سندھ کا بلا مقابلہ

مولانا شاہ احمد نورانی خوبیوں کا حسین امتزاج تھے علم وعمل اور تقویٰ کا پیکر تھے، بہت پیار کرنے والی شخصیت ،صحیح معنوں میں اللہ کے ولی تھے



صدر منتخب ہوا۔ حضرت کے وصال کے بعد پہلے سینئر نائب صدر اور بعد میں سینئر نائب صدر اول بنا جبکہ 2002ء کے انتخابات میں ایم کیو ایم کے آفتاب شیخ کو شکست دے کر ممبر قومی اسمبلی بنا۔ حیدرآباد سے جمعیت کا ایم پی اے منتخب ہوا۔ سٹی ناظم جمعیت کا منتخب ہوا۔

سوال O 1990ء میں مولانا نورانی اور مولانا نیازی کے اختلافات کے کیا اسباب تھے۔ کچھ اس پر روشنی ڈالیں؟

جواب ☆ 1990ء کے اندر لاہور کے حلقہ این اے 89 کے ضمنی انتخابات کے دوران یہ دونوں عظیم قائدین جدا ہوگئے تھے۔ ان انتخابات میں وہاں سے جمعیت علماء پاکستان کے پارلیمانی بورڈ نے ہمارے مرید شیخ الحدیث مولانا عبدالغفور الوری کو ٹکٹ جاری کیا تھا۔ حضرت قائد اہلسنت نے اصل صورت حال سے آگاہی حاصل کرنے کیلئے مجھے لاہور بھیجا۔ میں لاہور گیا اور مولانا عبدالغفور الوری سمیت تمام مریدین وذمہ داران کا اجلاس بلایا۔ انھوں نے ساری صورتحال میرے سامنے رکھی ،مرکز میں اس وقت پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت تھی اور پنجاب میں نواز شریف صاحب کی۔ مجھے مریدین نے کہا اگر مولانا عبدالغفور الوری کھڑا رہتے ہیں تو اس کا فائدہ پاکستان پیپلز پارٹی کو اور نقصان نواز شریف کو ہوگا اور مولانا عبدالغفور الوری کے جیتنے کے کوئی امکانات نہیں ہیں اور مولانا عبدالغفور الوری کے کھڑا رہنے کی وجہ سے صرف بدنامی ہمارے حصے میں آئے گی میں نے یہ رپورٹ حضرت قائد اہلسنت کے حوالے کردی ،اسی دوران شہباز شریف نے مولانا نیازی سے رابطہ کیا اور کہا ہم پورے لاہور کا نقشہ آپکے سامنے لاتے ہیں ،آپ جو جگہ پورے لاہور میں منتخب کریں ہم وہ جگہ جمعیت علماء پاکستان کے مرکز کیلئے الاٹ کردیں گے۔ اس میں [illegible] مولانا نیازی کیلئے سینٹ کی نشست بھی اس پیشکش میں شامل تھی اس کے علاوہ پنجاب کے دینی مدارس [illegible] معاونت کریں۔ ایک معاہدہ جمعیت علماء پاکستان اور مسلم لیگ کے درمیان طے پاگیا میں نے [illegible] معاہدے پر صرف اتحاد کو بچانے کی خاطر دستخط کے [illegible] اثناء میں مولانا نیازی کے خلاف چند حضرات نے پریس کانفرنس کردی ،اسی بنا پر دونوں طرف غلط فہمیاں پیدا ہوئیں۔ مولانا نیازی نے اپنا الگ گروپ بنالیا [illegible] مولانا نیازی کے پاس حاضر ہوا اور انھیں بتایا کہ حضرت قائد اہلسنت آپ سے بہت محبت کرتے ہیں ،آپ اس طرح نہ کریں، حضرت نے ملک اکبر ساقی جیسے ساتھی کو صرف آپ کے کہنے پر جماعت سے نکالا تھا لیکن مولانا نیازی میری کوئی بات سننے کیلئے تیار نہیں تھے

مطالبہ تھا کہ پہلے پریس کانفرنس کرنے والوں کو فارغ کیا جائے پھر اُن کی جماعت میں واپسی ہوگی۔ مولانا نیازی کے اس جواب کے بعد میں نے بغیر کسی غور و فکر اور تشویش کے حضرت قائد اہلسنت کا ساتھ دیا اور مولانا نیازی کے ساتھ شامل نہیں ہوا۔

سوال ○ اختلافات کے بعد یہ دونوں قائدین کس طرح یکجا ہوگئے اور اس کام میں آپکا اس سلسلے میں کوئی کردار ہے۔

> میرے جد مفتی مظہر اللہ دہلوی نے اعلیٰ حضرت کا دفاع کیا اور اُن پر لگائے جانیوالے اعتراضات کا رد فرمایا اور ثابت کیا کہ اعلیٰ حضرت پر جو فتوے لگائے گئے وہ بدنیتی پر مبنی تھے

ج ☆ میں نے حضرت قائد اہلسنت کی رضامندی سے مولانا نیازی کے سامنے یہ فارمولا رکھا کہ آپ جمعیت علماء پاکستان کے صدر اور نورانی سپریم کونسل کے چیئرمین بن جائیں اور مولانا نیازی نے اس فارمولے کو تسلیم کرلیا۔ میرے لاہور والے مکان میں حضرت قائد اہلسنت اور مولانا نیازی کا اتحاد ہوا جہاں میں نے ان قائدین کو ضیافت پر جمع کیا تھا یہ اتحاد اسی فارمولے کی بنیاد پر ہوا جو میں نے دیا تھا۔ اس موقع پر حضرت قائد اہلسنت نے کہا حنیف طیب کو فارغ کردو۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی اور مولانا غلام محمد سیالوی نے کہا کہ ہم اتحاد کی خاطر حنیف طیب کو نکال دیتے ہیں۔ صاحبزادہ فضل کریم نے بھی اس موقع پر یقین دہانی کرائی تھی کہ میں بعض اہم ساتھیوں کے ساتھ مشاورت کرکے اس اتحاد میں شامل ہوجاؤں گا لیکن افسوس کہ ان کی یقین دہانی یقین دہانی ہی رہی۔

سوال ○ بحیثیت ممبر قومی اسمبلی آپکی کارکردگی کیسی رہی؟

ج ☆ الحمدللہ میں نے اسمبلی فلور پر حضرت قائد اہلسنت کے مشن کو زندہ رکھا۔ سانحہ نشتر پارک کے بعد جب اخبارات میں یہ اشتہار شائع ہوئے کہ سانحہ نشتر پارک کے مجرمان کی نشاندہی کرنے والے کو ایک



> سن 2002ء کے انتخابات میں حیدر آباد کی نشست سے ہم نے متحدہ کے آفتاب کو غروب کیا

کروڑ روپے انعام دیا جائے گا، میں نے ایوان کے اندر اسپیکر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ سانحہ نشتر پارک کے قاتلوں کی نشاندہی پر انعام کا اعلان کیا گیا ہے یہ انعام مجھے دلائیں۔ میں قاتلوں کی نشاندہی کرتا ہوں۔ شہداء نشتر پارک کے قاتل کراچی سے منتخب ہوکر ایوان میں بیٹھے ہوئے ہیں، یہی قاتل ہیں، گورنر ہاؤس کراچی میں پرویز مشرف نے جو میٹنگ بلائی، گورنر صدر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، میں نے کہا صدر صاحب قاتل آپکی بغل میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ شوکت عزیز کو میں نے کہا کہ قیامت والے دن آپکو جواب دینا ہوگا۔ میرے ان بیانات کی وجہ سے دیگر پارٹیوں سے تعلق رکھنے والے اراکین اسمبلی حیران تھے، وہ کہنے لگے کہ آپ ڈرتے نہیں مگر میں نے کہا کہ ڈر تو صرف اللہ سے ہے۔

حقوق نسواں بل کے موقع پر میں نے اور ڈاکٹر فرید احمد صدیقی صاحب نے قومی اسمبلی کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا اسکے بعد سے ہم نے اسمبلی کے کسی اجلاس میں شرکت نہیں کی اور نہ کوئی TA، DA لیا اور نہ کوئی

مراعات حاصل کیں۔ میں بحیثیت ممبر قومی اسمبلی میں میری جو کارکردگی رہی اسے میں عنقریب شائع کردوں گا۔

سوال ○ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عبدالرحمٰن راجپوت نے آپکے کہنے پر صدر مشرف کو اعتماد کا ووٹ دیا؟

ج ☆ جمعیت علماء پاکستان کے ذمہ داران گواہ ہیں کہ ہم نے اصول نورانی کے تحت کروڑوں روپے کی پیشکش ٹھکرادی۔ مشرف کو ووٹ دینا عبدالرحمٰن راجپوت کا ذاتی فیصلہ تھا۔

سوال ○ 2008ء کے انتخابات کے بائیکاٹ سے جمعیت علماء پاکستان نے کیا کھویا کیا پایا؟

ج ☆ میں بائیکاٹ کا مخالف تھا اور میں نے آخر تک بھرپور کوشش کی کہ بائیکاٹ نہ ہو، میری رائے یہ تھی کہ کراچی اور حیدرآباد میں بائیکاٹ کیا جائے اور پورے ملک میں حصہ لیا جائے کیونکہ کراچی اور حیدرآباد کی صورت حال مختلف تھی یہاں دہشت گردوں اور بھتہ خوروں نے رینجرز اور پولیس کے ذریعے حکومت کی سرپرستی میں دھونس اور دھاندلی اور قتل و غارتگری کے منصوبے بنا رکھے تھے جن کی ہمارے پاس رپورٹس آگئی تھیں۔ دیکھیں کس طرح کراچی میں 2.2 لاکھ ووٹ اتنے وقت میں ڈالے گئے لیکن ملک کے دیگر حصوں میں ہم انتخابات میں حصہ لیتے اگر علماء ومشائخ ... اعلان کیا جاتا اور ساتھ ساتھ مجھے مکمل اختیار دیا جاتا تو میں ملک سے چند سیٹیں نکلوا سکتا تھا اور اب ظاہر ہے اس بائیکاٹ کا نتیجہ ہمارے سامنے

ہے۔ جمعیت علماء پاکستان کی تنظیم سازی پورے ملک میں بہتر نہیں تھی شاید اس کارکردگی کو چھپانے کیلئے بائیکاٹ کیا گیا کہ اس طرح بھرم تو رہ جائے۔

سوال ○ کیا مولانا فضل الرحمن نے انتخابات کے دوران آپ کو کوئی یقین دہانی کروائی تھی؟

ج ☆ میرا مولانا فضل الرحمن سے رابطہ تو ہوا تھا مگر کوئی

موجودہ حکومت، سابقہ حکومت کا تسلسل ہے۔ انہوں نے بہت مایوس کیا ہے، ان کے دور میں مہنگائی اور بدامنی میں اضافہ ہوا ہے



بینظیر کے قاتل وہ ہیں جنہیں بینظیر کی موت کے بعد سب سے زیادہ شہرت اور فائدہ ملا

یقین دہانی وغیرہ نہیں ہوئی نہ انہوں نے کروائی۔ اصل میں عوام میں یہ تاثر عام تھا کہ جمعیت علماء پاکستان جماعت اسلامی کی لائن کے مطابق چلتی ہے، میں نے اس عوامی تاثر کو زائل کرنے کیلئے آزادانہ فیصلے کئے اور فضل الرحمن سے رابطہ کیا۔

سوال ○ کیا وجہ ہے کہ جمعیت علماء پاکستان اس وقت ملکی سیاسی منظرنامے سے بالکل غائب ہے؟

ج ☆ ظاہر ہے قیادت نہیں ہے، قیادت ختم ہوگئی ہے۔ جمعیت علماء پاکستان کی تنظیم سازی نہ کرنے ہم سب مجرم ہیں۔ مرکز سے لیکر ضلع کی سطح تک کوئی بھی فعال نہیں ہے۔ حضرت قائد اہلسنت کی رحلت کے بعد قیادت کا بحران پیدا ہوا جو کہ تا حال جاری ہے۔ یہ سوال ان حضرات سے پوچھیں جنہوں نے صاحبزادہ انس نورانی کو ان کی اور ان کے گھر والوں کی مرضی ومنشاء کے خلاف زبردستی جمعیت کا صدر بنایا اور بعد میں اندرون خانہ ان کی مخالفت شروع کردی۔ میں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ قائد اہلسنت کے گھرانے کی ساکھ کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ میں نے پوری کوشش کی دوابطے کئے علماء ومشائخ کو جمعیت میں شامل کرنے کی کوشش کی۔ میں جمعیت کا سینئر نائب صدر اول تھا، میرے پاس کوئی اختیار ہی نہیں تھا، جب میں کوئی فیصلہ یا دورہ کرتا تھا مجھے صدر محترم ڈانٹ دیا کرتے تھے۔ اب جمعیت بھرپور متحرک قیادت نہ ہونے کی وجہ سے موجودہ سیاسی منظرنامے میں کوئی رنگ بھرنے سے عاجز ہے۔

سوال ○ اتحاد اہلسنت کیسے ممکن ہے، کیا آپ کے پاس اس کا کوئی فارمولا ہے؟

جواب ☆ اصل میں بعض اصولی باتیں ہیں، جمعیت علماء پاکستان چاہتی ہے کہ اس ملک میں نظام مصطفی ﷺ کا نفاذ ہو اور اس سلسلے میں جمعیت نے ہمیشہ جمہوری عمل کی حمایت کی اور آمریت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اعلائے کلمہ حق ہمارے قائدین کا شیوہ رہا لیکن ہمارے بعض حضرات مختلف ادوار میں کسی نہ کسی طرح ہر حکومت کی سپورٹ کرتے رہے ہیں اور نصب العین ومسلک سے زیادہ اپنے ذاتی مفاد کو ترجیح دیتے رہے ہیں اگر یہ اصولی باتیں طے ہوجائیں تو اتحاد ہوسکتا ہے۔ ہم نے سنی رہبر کونسل میں بغیر کسی شرط کے شمولیت کا فیصلہ کیا اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ بعض لوگ اپنی مصلحتوں اور اپنے مفادات کی خاطر پالیسیاں بناتے رہے۔ اگر ہم شخصیات کو نظرانداز کرکے اتحاد کی کوشش کریں یہ ممکن نہیں ہوگا کیونکہ اس وقت جتنی شخصیات بھی ہیں ہر شخصیت اپنا حلقہ اثر رکھتی ہے، اگر اتحاد ہوا تو شخصیات کے ذریعے ہی ہوگا کیونکہ یہ شخصیات ہر دھڑے کی علامت بنی ہوئی ہیں، ان شخصیات کو ایڈجسٹ کرنا ضروری ہے، میرے نزدیک فارمولا یہی ہوسکتا ہے کہ کچھ اصولی باتیں طے کرلیں اور ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر ہم یکجا ہوجائیں کیونکہ انفرادی طور پر ہم اسمبلی میں پہنچ کر بھی کوئی نمایاں کردار ادا نہیں کرسکتے۔ اس کی زندہ مثال موجودہ اسمبلی میں دیکھی جاسکتی ہے کہ جماعت سے کٹ جانے کے بعد دوسری جماعتیں اگر ہم جوائن کر بھی لیں تو اس سے ہماری ذات کو تو فائدہ ہوسکتا ہے لیکن دین ومسلک کو نہیں ہوسکتا، ہم بیٹھ کر مسلک اور ملک پاکستان کیلئے اصول بنائیں تو اتحاد کی کوئی صورت نکل سکتی ہے۔

سوال ○ کیا آپ اس بکھرے ہوئے قافلے کو منظم کرکے جادۂ منزل کرسکتے ہیں اور کیا جمعیت کی ترقی کے امکانات بھی ہیں۔

جواب ☆ جمعیت علمائے پاکستان، پاکستان کے سواد اعظم کی نمائندہ سیاسی جماعت ہے۔ اسکا نصب العین ہر سنی کے دل کی آواز ہے اور جب متحرک اور باشعور علماء اس قافلے کی قیادت کرینگے تو وہ وقت دور نہیں جب ہم اپنی منزل نظام مصطفی کو پالینگے۔ یقیناً ترقی کے بہت امکانات ہیں۔ میرے تمام اکابرین اہلسنت کے ساتھ روابط ہیں بہت سے نامی گرامی مشائخ نے کہا ہے کہ ہم جمعیت علماء پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں مگر ہمیں آگے آنے نہیں دیا جارہا۔

سوال ○ کیا جمعیت علماء پاکستان آپکی پہلی اور آخری سیاسی جماعت رہے گی۔

ج ☆ جمعیت علماء پاکستان میری پہلی اور آخری سیاسی



جماعت ہے۔ اگر میں سیاست میں رہا تو جمعیت علماء پاکستان میں رہوں گا اگر سیاست سے الگ ہو گیا تو اپنی خانقاہ کا نظام سنبھالوں گا اور اپنے خانقاہی نظام پر بھرپور توجہ دونگا۔ مدرسے کے معاملات اور تصنیف و تالیف کا کام کرونگا۔ ہمارا خانقاہی نظام اور مریدین کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ ابھی میں پچھلے دنوں انڈیا گیا تھا تو میرے جدامجد شاہ رکن الدین الوری کے عرس کے موقع پر کم وبیش پچاس ہزار لوگ جمع ہوئے تھے۔

س ○ کیا پاکستان میں نظام مصطفیٰ نافذ ہونے کے کوئی امکانات ہیں؟

ج ☆ یقیناً انشاء اللہ پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ ہو کر رہے گا۔ مدینہ منورہ کے بعد پوری اسلامی دنیا میں پاکستان واحد مملکت ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آئی۔ انشاءاللہ ہم اس ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کی بہاریں ضرور دیکھیں گے۔ صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم تحریک نظام مصطفیٰ کو منظم کریں اور اپنی اپنی ذمہ داریاں پوری کریں اور تحریکی و دعوتی کام میں سرعت پیدا کریں۔

س ○ موجودہ حکومت کی کارکردگی کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

ج ☆ لوگ چہرے نہیں نظام کی تبدیلی کے لئے ووٹ دیتے ہیں، عوام کو موجودہ حکومت سے بڑی توقعات تھیں لیکن اس حکومت کی دو ماہ کی کارکردگی سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ سابقہ حکومت کا ہی تسلسل ہے، انہوں نے بہت مایوس کیا ہے۔ مہنگائی اور بدامنی میں اضافہ ہوا اس لئے ججز بھی بحال نہیں کئے جا رہے ہے۔ امریکہ چاہتا ہے کہ یہاں بدامنی ہی رہے اور امن وسکون نہ آئے۔

س ○ بینظیر بھٹو کا قاتل آپ کس کو سمجھتے ہیں؟

ج ☆ میں ممتاز بھٹو کی اس بات سے مکمل اتفاق کرتا ہوں کہ بے نظیر کے قاتل وہ ہیں جنہیں بے نظیر کی موت کے بعد سب سے زیادہ شہرت اور فائدہ ملا ہے، کس نے اپنی پریس کانفرنس میں کہا کہ میں نے اپنے جیل کے ساتھیوں کو بینظیر بھٹو کی حفاظت کیلئے مقرر کیا تھا۔ وہی لوگ بینظیر بھٹو کی موت کے ذمہ دار ہیں۔

س ○ پرویز مشرف کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

ج ☆ پاکستان کو تباہ وبرباد کرنے والا ایسا شخص میں نے کبھی نہیں دیکھا جیسا یہ ہے، جس نے امریکی ایجنڈے کی تکمیل کیلئے قومی وملی غیرت کا جنازہ نکال دیا۔

س ○ آپ کے سدابہار و جوان نظر آنے کا کیا راز ہے؟

ج ☆ اس سوال کے جواب میں صاحبزادہ صاحب نے ہنستے ہوئے کہا کہ میری عمر تقریباً 55 سال ہے۔ 1976ء میں میری شادی ہوئی، اب ماشاءاللہ دادا نانا بھی بن گیا ہوں، بس میرے جسم کا اسٹرکچر کچھ ایسا ہی ہے۔

س ○ کس کس ملک کے تبلیغی دورے کیے؟

ج ☆ فرانس، یو کے، ہالینڈ، بلجیئم، جرمنی، لیبیا، ایران، عراق، سعودی عرب اور ہندوستان کا دورہ کیا۔ میں نے خمینی صاحب سے ملاقات کی، بڑے کردار کے مالک تھے انہوں نے ایک انقلاب برپا کیا۔

س ○ مولانا نورانی کیساتھ آپ نے بہت وقت گذارا، ان کو کیسا پایا؟

ج ☆ حضرت قائد اہلسنت خوبیوں کا حسین امتزاج تھے۔ علم وعمل اور تقویٰ کا پیکر تھے۔ بہت پیار کرنے والی شخصیت تھی، آنکھوں میں انتہائی شرم وحیا تھا۔ صحیح معنوں میں اللہ کے ولی تھے، ایک مرتبہ ایک نشست میں مختلف علماء بیٹھے ہوئے تھے، مولانا نیازی بھی ان میں موجود تھے اور ایک لطیفہ سنا رہے تھے، اسی اثنا میں حضرت قائد اہلسنت تشریف لائے ایک صاحب نے کہا نیازی صاحب لطیفہ دوبارہ سنایئے، نیازی صاحب نے کہا میں اس شخص کے سامنے کیسے سنا سکتا ہوں جو اتنا شرم والا ہے کہ یورپ کی فضاؤں میں بھی کبھی آنکھ اٹھا کر نہ چلا ہو۔

س ○ حضرت قائد اہلسنت کے صاحبزادگان کیلئے آپ کیا کہیں گے؟

ج ☆ دونوں ہمارے قائد کی نشانیاں ہیں، میری خواہش ہے کہ اپنی مصروفیات میں سے صاحبزادہ انس نورانی جتنا وقت جماعت کو دے سکتے ہیں دیں اور جمعیت کی سرپرستی فرمائیں۔ قائد اہلسنت سے محبت کرنے والے چاہتے ہیں اور ان کی دیرینہ خواہش ہے کہ صاحبزادہ انس نورانی جمعیت علماء پاکستان کو مفید مشوروں سے نوازیں اور اس کی سرپرستی فرمائیں۔ صاحبزادہ اویس نورانی کو اللہ تعالیٰ نے بہت صلاحیتوں سے نوازا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ ان کی صلاحیتوں سے بھی فائدہ اٹھایا جائے۔ ان دونوں صاحبزادگان کی اہلسنت کو بہت ضرورت ہے۔

س ○ کیا جمعیت اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرسکتی ہے؟

ج ☆ اخلاص کے ساتھ اگر کوئی فعال قیادت آجائے جو کہ قائد اہلسنت کی طرح بھرپور انداز سے اپنی زندگی اور وسائل کو نظام مصطفیٰ ﷺ کیلئے وقف کردے، مصلحتوں کو بالائے طاق رکھے تو بہت سے علماء ومشائخ شمولیت کیلئے تیار ہیں مگر انکو روکا جا رہا ہے، مخلص قیادت آئے اور دروازے سب کیلئے کھول دے، جمعیت علماء پاکستان کے لئے ترقی کے بڑے مواقع ہیں مگر لگتا ہے کہ اسکو باقاعدہ ترقی سے روکا جا رہا ہے۔

س ○ اتحاد اہلسنت کا فارمولا کیا ہے؟

ج ☆ اتحاد اہلسنت کیلئے ہم بیٹھ کر کچھ اصولی باتیں طے کرلیں کہ جن معاملات میں ہمارے مسلک کو فائدہ ہوگا اس طرف جائینگے اور جن معاملات سے پاکستان اور ہمارے مسلک کو نقصان پہنچے گا اس کو ترک کر دینگے۔

گستاخی معاف

فیض کے قلم سے

یوسف بے کارواں

وزیراعظم پاکستان جناب سید یوسف رضا گیلانی نے ارشاد فرمایا ہے کہ شدت پسندوں کے گمراہ کن نظریات اسلام کے منافی ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ گیلانی سے لیکر ان کے آقائے نعمت بش تک کسی نے آج تک شدت پسندی کی تعریف نہیں کی کہ شدت پسندی سے مراد کیا ہے۔ کشمیر ہو یا فلسطین، عراق ہو کہ افغانستان، نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاک کاشغر تک صرف کلمہ شہادت پڑھنے والے ہی شدت پسند کہلاتے ہیں اور ان ہی کلمہ گو مسلمانوں کے اندر سے چند ایسے میر جعفر اور میر صادق نمودار ہو جاتے ہیں جو ہر دور کے ہلاکو خان اور چنگیز خان کے وکیل صفائی بن جاتے ہیں۔ عجیب تماشہ ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنے والے ہالینڈ ہو یا قرآن پاک کی توہین کرنے والے بدبخت یا کشمیر، فلسطین، عراق، افغانستان، بوسنیا میں مسلمانوں کا قتل عام کرنے والے جلاد وہ تو شدت پسند نہیں کہلاتے صرف اپنے حقوق کی آواز بلند کرنے والے ہی شدت پسند کہلاتے ہیں۔ جب گیلانی صاحب نے وزارت عظمیٰ کا حلف اٹھایا تھا تو ہمارے بعض اکابرین اسے ملک پاکستان کی خوش قسمتی سے تعبیر کررہے تھے کہ ملک کے پہلے وزیراعظم غوث الاعظم کی اولاد سے ہیں لیکن گیلانی صاحب نے اپنے قول و فعل سے ثابت کیا کہ انہیں اس پاک نسبت کا رائی برابر بھی پاس نہیں ہے۔ گیلانی صاحب نے اپنے پہلے انٹرویو میں ارشاد فرمایا کہ میں روایتی پیروں کی طرح نہیں ہوں۔ لتا اور مہدی حسن کے گانے شوق سے سنتا ہوں۔ اپنے اس قول کو انہوں نے دعویٰ مع الدلیل کے ساتھ ثابت کیا۔ پیران پیر شاہ جیلان اپنی راتیں سجدوں اور قیام کی حالت میں گزارتے تھے اور جناب گیلانی عین اس وقت جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر ایک بار پھر بدبختوں نے حملہ کیا۔ وزیراعظم ہاؤس میں ساری رات رقص و سرور کی محفل سجا کر اس پاک نسبت سے بیزاری کا اظہار کیا۔ ابھی حال میں "شرم الشیخ" میں بش کو یقین دہانی کرائی کہ انتہا پسندوں اور شدت پسندوں کے خلاف کارروائی تسلسل کیساتھ جاری رہے گی یعنی بش صاحب آپ مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہاتے رہیں، اس عمل میں ہم آپ کے لئے دیدہ و دل فرش راہ رہیں گے۔ کہتے ہیں کہ کسی کے نام کا اس کی شخصیت پر بڑا عمل دخل ہوتا ہے لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے نہ نام کا اثر ہے اور نہ ہی نسبت کا اگر گیلانی صاحب کا یہی عمل رہا تو انہیں مستقبل "چاہ یوسف سے صدا" کی دوسری جلد "یوسف بے کارواں" کے نام سے لکھنی پڑے گی۔

● ● ● ● ● ● ●

شہباز شریف صاحب دودھ اور شہد کی نہریں آپکو مبارک ہوں

میاں شہباز شریف نے کہا ہے کہ ہم غریبوں کیلئے دودھ اور شہد کی نہریں نہیں بہا سکتے۔ سابق وزیرخزانہ اسحاق ڈار نے ارشاد فرمایا ہے کہ سابق حکمرانوں نے معاشی صورتحال خراب کی۔ مجبوری ہے کہ ہمیں پھر کشکول اٹھانا پڑیگا۔ لگتا ہے کہ اسحاق ڈار صاحب وزارت خزانہ سے مستعفی ہونے کے بعد بھی فرینڈلی وزیرخزانہ کے منصب پر غیر اعلانیہ طور پر فائز ہیں، اسی لئے انہوں نے اتنے اہم ترین ایشو پر خود ہی لب کشائی کردی ہے اور یہ مژدہ ایک بار پھر قوم کو سنا دیا کہ ورلڈ بینک کے آگے جھولی پھیلانی پڑے گی، پاکستان میں آج تک جو بھی حکمران آیا اس نے یہی جملہ کہا کہ سابق حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ہمیں ایک بار پھر کشکول بکف ہونا پڑے گا۔ سابق کٹھ پتلی وزیراعظم شوکت عزیز جو یہ کہتے نہیں تھکتے تھے کہ ہم اس ملک کی تقدیر بدل کر رہیں گے تقدیر بدلتے بدلتے وہی پہنچے جہاں کے اسیر و رفتنی تھے۔ شوکت عزیز ملک میں جاری بحران کے اصل ذمہ دار ہیں۔ انہوں نے اسٹیل مل کو اونے پونے داموں میں اپنے بھارتی صنعت کار دوست کو فروخت کرنے کیلئے ہزار جتن کئے اور اس کیس میں سرکاری وکالت کرنے کیلئے سرکاری خزانے سے وسیم سجاد کو 62 لاکھ روپے، کمال اظفر کو 7 لاکھ روپے، حفیظ پیرزادہ کو 35 لاکھ روپے اور شریف الدین پیرزادہ کو ایک کروڑ کے لگ بھگ رقم دی۔ اسٹیل ملک کی صرف زمین کی قیمت چالیس ارب روپے ہے جبکہ وہ پورے پروجیکٹ کی قیمت 21 ارب رکھ رہے تھے۔ اللہ بھلا کرے افتخار چوہدری کا کہ انہوں نے ایسا نہ ہونا دیا جس کی سزا وہ ابھی تک بھگت رہے ہیں، یہ ایک مثال ہے۔ پاکستان کا ہر جاگیردار، سرمایہ دار اور وڈیرہ قومی دولت کو پانی کی طرح اپنے باپ کی جاگیر سمجھ کر بہاتا ہے اور نظریہ ضرورت کے تحت اسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ ایک ایک وزیر مشیر ممبر قومی اسمبلی اور بیوروکریٹ کے عزیزوں، رشتے داروں کو تمام مراعات سرکار کی طرف سے ہوتی ہیں پھر بھی یہ ناسور مذاق اڑاتے ہیں تو بیچارے غریبوں کا شہباز شریف صاحب آپکے اور آپکے ہم قبیلہ لوگوں کو اپنے کتے ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں رکھنا مبارک ہو۔ اپنی ذاتی سیکورٹی پر کروڑوں روپے خرچ کرنا مبارک ہو، وزیراعظم ہاؤس کے اصطبل میں گھوڑوں کو مربے کھلانا مبارک ہو، بریک فاسٹ لاہور، ڈنر دبئی اور لنچ لندن کرنا آپ ہی کا خاصہ ہے۔ آپ سے آپکا یہ اعزاز چھیننے کی کوئی بھی جسارت نہیں کرسکتا۔ اگر آپ کے سر اقدس میں درد ہو جائے تو اس کے علاج کی غرض سے لندن اور امریکہ کے مہنگے ترین ہسپتالوں میں جانا آپکو مبارک ہو۔ فضل حق عرف بھیجا کے سری پائے خصوصی ہیلی کاپٹر کے ذریعے اسلام آباد منگوا کر کھانا آپکو مبارک ہو۔ میاں صاحب کون گستاخ آپکو کہہ رہا ہے کہ آپ غریبوں کیلئے دودھ کی نہریں بہائیں، ان نہروں سے آپ ہی لطف اندوز ہوں گے، غریب آدمی کو صرف تین وقت کی روٹی دیکر اُس پر احسان عظیم فرما دیں۔

● ● ● ● ● ● ●

مشرف صاحب واقعتاً آپکی داستان تک نہ ہوگی داستانوں میں

مشرف صاحب نے ایک وفد سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ کریڈٹ دینے کے بجائے بلاجواز تنقید پر افسوس ہوتا ہے۔ مشرف کے سیاہ کارناموں کا تذکرہ کرنا شروع کردیا جائے تو قلم کی سیاہی تو ختم ہو جائے گی لیکن ☆

[illegible]

شاہ محمود قریشی صاحب

جس نے آزمائے ہوئے کو آزمایا؟

[illegible]



محمد احمد قادری

آمریت کے سائے تلے جمہوریت کی بساط

18 فروری کے عوامی مینڈیٹ کی شرمناک توہین

وکلاء، عوام اور سول سوسائٹی کا ایک ہی مطالبہ.... صدر کا مواخذہ اور عدلیہ کی بحالی

سیاسی انتشار، بے یقینی، اور عدم استحکام سمیت تمام سنگین مسائل اور بحرانوں کا حل ہے

بدقسمتی سے وطن عزیز پاکستان اپنی تخلیق کے روز اول ہی سے گوناگوں مسائل میں گھرا چلا آرہا ہے، ان مسائل میں ڈبکیاں کھاتا ہمارا ملک گذشتہ ساٹھ سال کے دوران بہت کچھ گنوا چکا ہے اور خاکم بدہن مزید کیا کچھ گنوائے گا شاید اس نقصان کا اندازہ ہمارے ارباب اقتدار لگا کر بھی نہیں لگانا چاہتے، قومی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی صورتحال یہ ہے کہ اس وقت بھی بے شمار سنگین مسائل ہمارے ملک کے آنگن میں خیمے گاڑے بیٹھے ہوئے ہیں، کتنے ہی خدشات ہیں جو ہر محب وطن کے دل کے دروازوں پر دستک دے رہے ہیں، ہماری قومی زندگی کا ہر شعبہ شدید جھنجھلاہٹ میں مبتلا اور پیچ و تاب کھا رہا ہے، مسلسل ناکامی نے اضطراب کی حدت میں اس قدر اضافہ کر دیا ہے کہ خوف و دہشت اور مایوسیوں کے تیزی سے پھیلتے سائے بام و در سے صاف عیاں ہیں، اس وقت کوئی محفل، کوئی مجلس، کوئی چوپال یا کوئی حجرہ، ایسا نہیں جہاں وطن سے محبت کرنے والے پاکستانی، وطن کو درپیش مسائل پر سوچتے، غور و فکر اور گفتگو کر کے یہ نتیجہ نکالتے نہ دکھائی دیتے ہوں کہ ملک و قوم کے موجودہ سیاسی انتشار، بے یقینی، اور عدم استحکام سمیت تمام سنگین مسائل اور بحرانوں کا اصل مرکز و منبع آرمی ہاؤس میں متمکن صدر محترم کی ذات ہے۔

آپ کو یاد ہوگا کہ 18 فروری کے انتخابی نتائج کے بعد متفقہ طور پر تمام حلقوں کی جانب سے یہ بات بڑی شدت کے ساتھ سامنے آئی تھی کہ پاکستان کے 82% فیصد عوام نے صدر پرویز مشرف کی صدارت اور ان کا ساتھ دینے کے جرم میں مسلم لیگ (ق) کے صدر سمیت بڑے بڑے برجوں کو نہ صرف الٹ دیا بلکہ صدر پرویز مشرف، ان کی حکومت اور ان کی پالیسیوں کے خلاف ووٹ دے کر انہیں بری طرح مسترد کر دیا، جس کی وجہ سے صدر صاحب کو قومی اور بین الاقوامی میڈیا نے سنجیدگی سے نوشتہ دیوار پڑھنے کا مشورہ دیتے ہوئے باعزت طریقے سے از خود اقتدار سے علیحدہ ہونے کا پرخلوص مشورہ بھی دیا اور ممکن تھا کہ صدر صاحب اس مشورے پر سنجیدگی سے غور کرتے ہوئے اقتدار سے علیحدہ ہو جاتے لیکن وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی، وفاقی وزراء شاہ محمود قریشی، فاروق ایچ نائیک، اور رحمان ملک کی طرف سے ایوان صدر کے ساتھ تعلقات کار پر اصرار اور پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری کے مصالحانہ اور مفاہمانہ رویے کا نتیجہ یہ نکلا کہ 18 فروری کے انتخابی نتائج سے خوفزدہ آمریت میں ایک بار پھر نئی جان پڑ گئی چنانچہ استعفےٰ پہ آمادہ صدر پرویز مشرف کو اپنے حواریوں کے ساتھ دوبارہ سیاست کے اکھاڑے میں آنے اور داؤ پیچ کھیلنے کا موقع مل گیا، ججوں کی بحالی کے حوالے سے پیپلز پارٹی کے موقف میں تبدیلی اور ایوان صدر کی ہم خیالی نے پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کے درمیان دوریاں پیدا کر دیں چنانچہ مسلم لیگ (ن) نے مرکزی وزارتیں چھوڑ دیں، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کولیشن گورنمنٹ کمزور ہوگئی اور صدارتی کیمپ کو مزید مضبوط ہونے کا موقع مل گیا اور اب یہ عالم ہے کہ جناب صدر وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کو آرمی ہاؤس میں طلب کر کے ملکی صورتحال کے تناظر میں (جو کہ خود صدر صاحب کے بدترین آمرانہ دور کی پیداوار ہے) گورنمنٹ کی سرزنش کا منصوبہ بنا رہے ہیں، آپ مانیں یا نہ مانیں لیکن اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ایوان صدر میں صدر کی موجودگی اور حکمران اتحاد میں موجودہ دراڑ دراصل انہی کی چالوں کا شاخسانہ ہے، جس کی وجہ سے بہت سے قومی اور سیاسی حلقے شروع ہی سے ایوان صدر کو فساد کی اصل جڑ قرار دے رہے ہیں، اور اب تو پاکستانی فوج کے قابل احترام ریٹائرڈ افسروں کی تنظیم ایکس سروس مین ایسوسی ایشن بھی معزول ججز کی فوری بحالی، ایوان صدر سے صدر کا انخلاء اور غیر آئینی اقدامات پر ان کے کورٹ مارشل کرانے کا مطالبہ کر رہی ہے۔

پے در پے حادثات و سانحات سے بھری ہماری قومی

تاریخ اس لحاظ سے بھی بڑی عجیب ہے کہ وہ کب کون سا نیا موڑ لے لے اور کون سا نیا رخ اختیار کر لے یہ کوئی نہیں جانتا پاکستانی قوم اُس وقت شدید حیران و ششدر رہ گئی جب پیپلز پارٹی کی قیادت کو اپنی حکومت کے قیام کے دو ماہ بعد اس حقیقت کا ادراک ہوا کہ حکومت کو صدر پرویز مشرف کے ساتھ تعلقات رکھنا یا انہیں صدر مملکت کے طور پر قبول کر لینا اور اُن کی آمریت کے سائے تلے جمہوریت کی بساط بچھا لینا 18 فروری کے عوامی مینڈیٹ کی شرمناک توہین ہے پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری نے ایک بھارتی خبر رساں ادارے کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ ”جنرل (ر) پرویز مشرف وردی کے بغیر بھی آئینی صدر نہیں، وہ ماضی کا ورثہ اور جمہوریت کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں، نئی حکومت پر اُن کو ہٹانے کیلئے بہت دباؤ ہے، عوام کی خواہش ہے کہ صدر جلد از جلد اقتدار چھوڑ دیں، انہوں نے کہا کہ قوم روٹی اور بجلی نہیں بلکہ صدر پرویز مشرف سے نجات چاہتی ہے اور ہم وہی کریں گے جو عوام چاہتے ہیں، صدر پرویز خود چلے جائیں ورنہ ان کا مواخذہ ہوگا“ حقیقت حال یہ ہے کہ اس وقت پاکستان پیپلز پارٹی اور اس کی قیادت اُس دباؤ کا شکار ہے، اسے اپنے کارکنوں اور ووٹروں کو بھی راضی رکھنا ہے جو بدستور گو مشرف گو کے نعرے لگا رہے ہیں اور اپنے اتحادیوں کو بھی ساتھ لے کر چلنا ہے جو پہلے ہی صدر کے مواخذے پر مصر ہیں، اس کے ساتھ ساتھ اُسے پاکستان کے گلی کوچوں میں جاری مشرف مخالف تحریک کی مخالفت کا بھی یقین ہے۔

پاکستان کے متعدد سیاسی حلقوں کے خیال میں پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری کا صدر کو فوری ایوان صدر چھوڑ کر چلے جانے کا مشورہ پرویز مشرف کیلئے کسی طور بھی ایک بہت بڑی رعایت سے کم نہیں کیونکہ پیپلز پارٹی کے اندرونی اجلاس کی جو تفصیلات منظر عام پر آ گئی ہیں اُن کے مطابق سنٹرل ایگزیکٹو کمیٹی کے ارکان کی کثیر تعداد صدر کے مواخذے پر مصر ہے، اُن کا موقف ہے کہ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو ایک عوامی جماعت کا مسلم لیگ (ق) بن جانے کا خطرہ ہے، جبکہ بعض اخباری اطلاعات کے مطابق امریکہ نے

ملک وقوم کے موجودہ سیاسی انتشار، بے یقینی اور عدم استحکام سمیت تمام سنگین مسائل اور بحرانوں کا اصل مرکز ومنبع آرمی ہاؤس میں متمکن صدر محترم کی ذات ہے

بھی نئی منتخب حکومت کو یہ گرین سگنل دے دیا ہے کہ وہ صدر پرویز مشرف کو رخصت کر دیں، اور اگر صدر پرویز مشرف باعزت رخصتی کی اس پیشکش کو قبول نہیں کرتے تو پیپلز پارٹی کی حکومت اپنے اتحادیوں، وکلاء برادری، سول سوسائٹی، سابق جرنیلوں اور سب سے بڑھ کر عوام کے مطالبہ پر مواخذے کا عمل شروع کرے، جس میں اُس کی کامیابی یقینی ہے، عوامی حلقوں کا خیال میں صدر پرویز مشرف کسی رعایت کے مستحق نہیں ہیں لیکن اگر پھر بھی حکومت اُن کے ساتھ رعایت برتنا ہی چاہتی ہے تو یہ صرف اُسی صورت میں ممکن ہے جب وہ خود 12 اکتوبر اور 3 نومبر کے تمام اقدامات کو غیر آئینی اور غیر قانونی قرار دے کر قوم سے باعزت رخصتی اور معافی کی درخواست کریں، لہٰذا حالات کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ صدر پرویز مشرف باعزت رخصتی کے اس موقع کو ضائع نہ کریں، اگر قوم اور ملک کی سیاسی قیادت کشادہ دلی کا مظاہرہ کر رہی ہے تو انہیں اس موقع سے فائدہ اٹھا لینا چاہیے، ورنہ ملک میں آئین وقانون کی حکمرانی 12 اکتوبر اور 3 نومبر کے غیر آئینی اقدامات سے بچنے اور جمہوری نظام کو فوجی طالع آزماؤں سے بچانے کا تقاضہ تو یہی ہے کہ اس بار صدر کے مواخذے کی کاروائی ضرور ہونی چاہیے، تاکہ آئندہ کسی کو آئین اور جمہوری نظام سے کھیلنے اور منتخب حکومتوں کو برخاست کرکے دس دس سال تک ملک پر آمریت مسلط کرنے کی جرأت نہ ہو سکے۔

یوں تو پاکستان پیپلز پارٹی کے بارے میں پوری قوم اچھی طرح جانتی ہے کہ اُس کا روز اوّل سے نعرہ ”روٹی، کپڑا اور مکان“ ہے، لہٰذا پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین کا یہ کہنا کہ قوم روٹی نہیں چاہتی نہ صرف اپنے بنیادی نعرے سے انحراف بلکہ اپنے اُس موقف کے بھی خلاف ہے جو انہوں نے غیر فعال ججوں کی بحالی کے معاملے پر اعلان مری سے روگردانی کرتے ہوئے اختیار کیا تھا اور کہا تھا کہ قوم نے ہمیں ججوں کی بحالی کیلئے نہیں بلکہ روٹی، کپڑا اور مکان کے نعرے پر ووٹ دیئے ہیں، اُس وقت اُن کا اشارہ مسلم لیگ (ن) کی جانب تھا جو آج بھی معزول ججوں کی بحالی کے حوالے سے اپنے اصولی موقف پر ڈٹی ہوئی ہے، آصف علی زرداری نے یہ کہہ کر کہ ”صدر پرویز مشرف عوام اور جمہوریت کے درمیان رکاوٹ ہیں“ جہاں ایک جانب اپنی جماعت پر لگے ہوئے اُس تاثر کو دور کرنے کی کوشش کی ہے جس کی وجہ سے قومی اور بین الاقوامی میڈیا یہ کہہ رہا ہے کہ پیپلز پارٹی کی حکومت اور اُس کی قیادت کے ایوان صدر سے گہرے رابطے ہیں اور موجودہ حکومت سابقہ حکومت ہی کا ایک تسلسل ہے، معروف امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ کے مطابق ”صدر پرویز مشرف کا وجود اب بھی اُن کے ملک پر اثر انداز ہو رہا ہے، اور وہ پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری کے ناقابل یقین اتحادی دکھائی دینے لگے ہیں، اخبار لکھتا ہے کہ دونوں کا مفاد چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کو بحالی سے روکنے میں ہے جو

پرویز مشرف کی صدارت روز اوّل ہی سے اس لیے متنازعہ ہے کہ انہوں نے ایک فراڈ ریفرنڈم کے ذریعے اپنے آپ کو صدارتی منصب پر فائز کیا

آصف زرداری کے خلاف کرپشن کے مقدمات دوبارہ کھول سکتے ہیں، اور پرویز مشرف کی صدارت کو غیر قانونی قرار دے سکتے ہیں، بی بی سی کے مطابق تو نئی حکومت ایوان صدر کا ڈاک خانہ بن چکی ہے۔“ دوسری جانب آصف علی زرداری نے پہلی بار یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ اُن کی طرف سے قومی مفاہمت کی خواہش کو عوام قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں، کیونکہ وہ اس کا مطلب صدر کے آٹھ سالہ جرائم کو نظر انداز کرنا اور پرویز مشرف کے اقتدار کو طول دینا سمجھتے ہیں، گویا عوام روٹی اور بجلی جیسے بنیادی مسئلے کے حل میں تاخیر برداشت کرنے کیلئے تیار ہیں مگر صدر پرویز مشرف کو مزید برداشت کرنے پر آمادہ نہیں ہیں، وہ مسلسل اُن پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ صدر سے ایوان صدر خالی کرایا جائے، کیونکہ وہ جمہوریت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جنرل (ر) پرویز مشرف کی صدارت روز اول ہی سے اس لیے متنازعہ ہے کہ انہوں نے ایک فراڈ ریفرنڈم کے ذریعے اپنے آپ کو صدارتی منصب پر فائز کیا اور ملک کے منتخب صدر جسٹس (ر) محمد رفیق تارڑ سے یہ منصب کسی آئینی اور قانونی جواز کے بغیر ایک ایگزیکٹو آرڈر کے ذریعے چھینا اور بعد ازاں ایک ایسی اسمبلی سے اعتماد کا ووٹ حاصل کیا جس کی اپنی مدت ختم ہو چکی تھی، تینوں بار انہوں نے باوردی ہونے کی وجہ سے طاقت کے ذریعے صدارت کا عہدہ حاصل کیا، اور 3 نومبر 2007ء کو ایک بار پھر آئین توڑ کر اور آزاد عدلیہ کو برخاست کر کے وہ اس منصب کے اہل ہی نہیں رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ملک کے عوام، وکلاء، سول سوسائٹی، میڈیا اور آئین پسند حلقے مسلسل یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ انہیں "2" بار آئین شکنی کے الزام میں قانون کے کٹہرے میں لایا جائے اور صدارت کا منصب کسی ایسے شخص کے حوالے کیا جائے جو آئینی اور قانونی طور پر اس کا اہل ہو، مگر یہاں تو معاملہ بالکل ہی الٹ ہے، الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کی مصداق جنرل (ر) پرویز مشرف اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ایوان صدر چھوڑنے کے بجائے الٹا اسمبلیاں توڑنے اور منتخب جمہوری نظام کو رخصت کرنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔

چنانچہ ان حالات میں آج پہلی بار آصف علی زرداری اپنے موجودہ بیان کی روشنی میں زمینی حقائق اور عوامی خواہشات کے مطابق حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرتے دکھائی دیتے ہیں، جس میں انہوں نے صحیح معنوں میں عوامی جذبات و احساسات کی ترجمانی کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ ان کے مصالحانہ رویہ N.R.O یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے نہیں بلکہ عظیم تر قومی اور ملکی مفاد کیلئے تھا، اور آئندہ بھی عوامی، قومی اور ملکی مفاد کے مطابق ہوگا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ 18 فروری کا عوامی فیصلہ حتمی، واضح، اٹل اور دو ٹوک تھا جس کا نتیجہ پاکستان کی ہر در و دیوار پر "پرویز مشرف نامنظور، گو مشرف گو" کی شکل میں لکھا ہوا تھا، عوام نے پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کو ووٹ اس لیے دیے تھے کہ وہ انہیں صدر پرویز مشرف کی آمریت سے نجات دلائے گی اور 3 نومبر 2007ء کے تمام غیر آئینی اقدامات کو کالعدم قرار دے کر اس عدلیہ اور ججز کو بحال کرائے گی جو معزول چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کی سربراہی میں آئین و قانون کی بالادستی کیلئے کام کر رہی تھی، یہی وہ خواب تھا جو پاکستان کے 16 کروڑ عوام نے 18 فروری کو ووٹ دیتے وقت دیکھا تھا اور آج بھی وہ اس خواب کی تعبیر کو ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتے ہیں، عوام کی خواہش ہے کہ معزول چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کی قیادت میں اعلیٰ عدلیہ کے جن 60 ججوں نے جس جرأت اور اصول پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آمریت کے خلاف اعلان بغاوت کیا اور اپنی نوکریاں داؤ پر لگائیں، اس کا تقاضہ یہ تھا کہ موجودہ حکومت انہیں فی الفور غیر مشروط طور پر بحال کر کے "تمغۂ عدل" دینے کا اعلان کرتی، لیکن "تمغۂ عدل" اور ججوں کی بحالی کا اعلان تو کیا حکومت ایک طرف جہاں چیف جسٹس کے عہدے کی مدت مقرر کر کے واضح طور پر افتخار محمد چوہدری چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتی نظر آ رہی ہے، وہیں دوسری جانب ججز کی ریٹائرمنٹ کی عمر 65 سال میں تین سال کی توسیع کر کے جو فائدہ حاصل کرنا چاہتی ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے، اب رہ گیا معزول ججز کا دوبارہ حلف اٹھانے کا مسئلہ تو عوام اسے معزز عدلیہ کے ارکان کی توہین اور بالواسطہ طور پر انہیں بحال نہ کرنے کی کوششوں ہی کا ایک حصہ سمجھتے ہیں۔

قوم روٹی اور بجلی نہیں بلکہ صدر پرویز مشرف سے نجات چاہتی ہے صدر پرویز خود چلے جائیں ورنہ ان کا مواخذہ ہوگا

محترم آصف علی زرداری صاحب کو معزول چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کے حالیہ دورہ فیصل آباد میں فقید المثال عوامی استقبال اور اس موقع پر ہونے والی تقریریں سے وکلاء اور عوام کے موڈ کا اندازہ ہو جانا چاہیے، جس میں مستقبل کا نقشہ بالکل واضح ہو کر سامنے آ گیا ہے، حالات و قرائن بتا رہے ہیں کہ معزول ججز کی بحالی اب مقدر ہو چکی ہے، عوامی تائید و حمایت کا مظاہرہ عسکری حکومت بھی نہیں کر سکی موجودہ حکومت تو ویسے نازک بنیادوں پر استوار ہے، زرداری صاحب کو سمجھنا چاہیے کہ وہ ایک ایسے دوراہے پر کھڑے ہیں جہاں ذرا سی لغزش کی صورت میں ناکامیوں کی گہری دلدل ان کی منتظر ہے جبکہ ثابت قدمی اور حوصلہ مندی انہیں ان تاریخ ساز لوگوں میں شمار کرا سکتی ہے جنہوں نے اپنے ذاتی مفادات کے بجائے قومی مفاد کو ترجیح دی اور قوم کیلئے روشن مستقبل کی بنیاد رکھ کر تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ کیلئے زندہ و جاوید ہو گئے، مشہور جرمن مفکر بسمارک نے کہا تھا "لیڈر سب ایک جیسے ہوتے ہیں البتہ عظیم لیڈر وہ ہے جو فیصلہ کن لمحے کا ادراک کرے اور اسے ہاتھ سے پھسلنے نہ دے کہ بعد کی ندامت اور پچھتاوا نقصان کی تلافی نہیں کر سکتا"

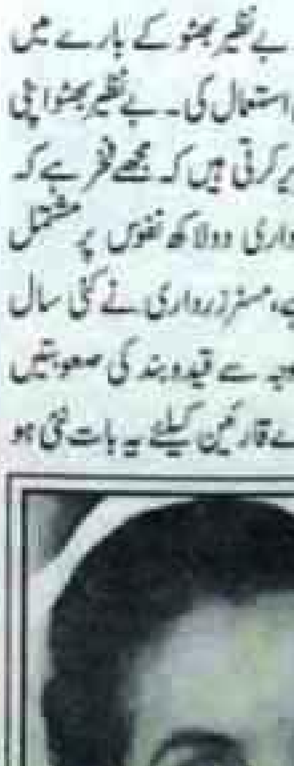
آج جبکہ پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین جناب آصف علی زرداری کو اس حقیقت کا ادراک تو حاصل ہو گیا ہے کہ پاکستان کے عوام روٹی بجلی نہیں مشرف سے نجات اور معزول عدلیہ کی بحالی چاہتے ہیں، لیکن یہ فہم و ادراک اس وقت تک نامکمل اور ادھورا ہے جب تک وہ مزید وقت ضائع کیے بغیر نیک نیتی، اخلاص کے ساتھ وکلاء، عوام اور سول سوسائٹی کی خواہشات کے مطابق غیر مشروط طور پر چیف جسٹس سمیت تمام معزول ججوں کو 2 نومبر 2007ء کی پوزیشن پر بحال نہیں کر دیا جاتا، عظمت کے حصول کا فیصلہ کن لمحہ آ پہنچا ہے، جناب آصف علی زرداری صاحب تمام مصلحتیں اور ذاتی مفادات کو پس پشت ڈال کر آئینی پیکج کے اس گورکھ دھندے، جس میں اعلیٰ عدالتوں کے پر کاٹنے اور معزول چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری (جو پوری قوم کا افتخار ہیں) سے ان کا افتخار چھیننے کی کوشش کی گئی ہے باہر نکلیں، ملک اور قوم کے مفاد میں عوامی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے اس یقین کے ساتھ آگے بڑھیں کہ پاکستان کے 16 کروڑ عوام آپ کے ساتھ ہیں، یاد رکھئے وقت بار بار موقع نہیں دیتا، 30 اپریل اور 12 مئی کے بعد قدرت ایک بار پھر آپ کو تاریخ کا امر ہونے اور خود کو "مرد حُر" ثابت کرنے کا موقع دے رہی ہے، شاید آخری موقع......!

آصف علی زرداری

تیری باری سے سب پہ بھاری تک

فیض الرسول نورانی

مرتضیٰ بھٹو کے قتل کے بعد محترمہ بے نظیر بھٹو کی زندگی میں ہی بلاول ہاؤس کے در و دیوار اس نعرے سے آشنا ہو چکے تھے کہ "زرداری اب تیری باری" لیکن وہ زیرک اور دور اندیش خاتون ان نعروں کو اپنی روایتی مسکراہٹ کی نظر کر دیتی تھیں۔ ایک مشرقی بیوی کی طرح ازدواج کے رشتے کو بحال رکھنا چاہتی تھیں۔ آصف زرداری پر کئی بار الزامات لگے اور یہ الزام بھی لگا کہ بے نظیر بھٹو کے اقتدار کا خاتمہ زرداری صاحب کی ناشائستہ حرکتوں کی وجہ سے ہوا اس کے باوجود بے نظیر بھٹو کے لب پر زرداری کے خلاف کسی بھی محفل میں بھی کوئی نازیبا لفظ نہ آیا۔ قطع نظر اس کے کہ آصف زرداری کے والد حاکم علی زرداری نے ایک کیس کی پیروی کے دوران پولیس کے سامنے بے نظیر بھٹو کے بارے میں انتہائی فحش اور گندی زبان استعمال کی۔ بے نظیر بھٹو اپنی کتاب دختر مشرق میں تحریر کرتی ہیں کہ مجھے فخر ہے کہ میرا شوہر آصف علی زرداری دو لاکھ نفوس پر مشتمل زرداری قبیلہ کا سربراہ ہے، مسٹر زرداری نے کئی سال اپنے سیاہ کارناموں کی وجہ سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، شاید ہمارے قارئین کیلئے یہ بات نئی ہو



افتخار چوہدری میرا چیف جسٹس ہے



بی بی مجھے اپنی قبر کے ساتھ باندھ کر گئی ہیں

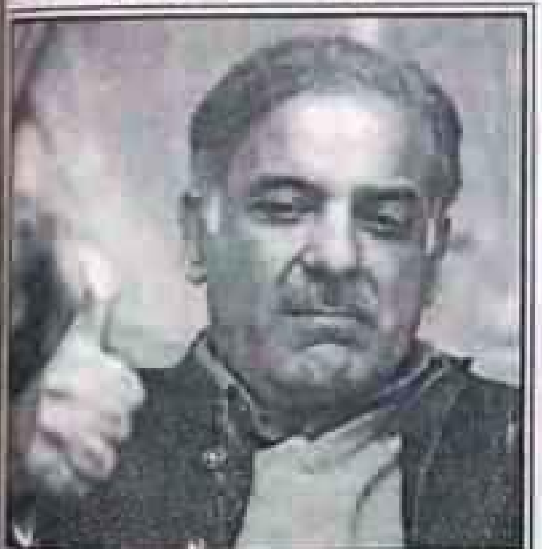
لیکن انتہائی ذمہ دار اور مصدقہ ذرائع کے مطابق زرداری صاحب کی رہائی بھی ایک ڈیل کے ذریعے ہوئی، مشرف صاحب چاہتے تھے لاہور سے طاہر القادری کی خالی کردہ نشست این اے 127 سے آصف علی زرداری کو الیکشن لڑوا کر کسی اہم عہدے پر فائز کیا جائے تمام معاملات بھی طے پا گئے تھے، زرداری صاحب کو رہائی کے فوراً بعد صدر اور وزیراعظم کے برابر پروٹوکول دیا گیا، تمام اخبارات کے صفحہ اول پر ہر طرف زرداری ہی زرداری نظر آنے لگے۔ لاہور میں بلاول ہاؤس کو بھی دریافت کر لیا گیا لیکن یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ پاکستان آنے کے بعد محترمہ بے نظیر بھٹو جتنا عرصہ لاہور میں رہیں انہوں نے رہائش کیلئے بلاول ہاؤس کی جگہ سینیٹر لطیف کھوسہ ایڈووکیٹ کے گھر کا انتخاب کیا اور وہاں ہی رہیں۔ بلاول ہاؤس تو اور سینیٹر لطیف کھوسہ کی رہائش گاہ دونوں ڈیفنس لاہور میں ہیں لیکن محترمہ نے بلاول ہاؤس تو میں آنا پسند نہیں کیا۔ زرداری صاحب کی مشرف کی طرف سے غیر اعلانیہ طور پر آؤ بھگت شروع ہو گئی تھی، یہ بات چوہدری برادران کو بہت ناگوار گزری، انہوں نے ایوان صدر اسلام آباد میں مشرف صاحب سے ملاقات کی اور اپنے اخباری بیانات پر معافی مانگی جن بیانات کی وجہ سے مشرف صاحب چوہدری برادران سے ناراض ہو گئے تھے۔ یہ ایسے بیانات تھے جو مشرف کی روشن خیالی پر ضرب کاری لگا رہے تھے، مثلاً پاسپورٹ میں مذہب کے خانے کی شرط پر چوہدری برادران کا مذہبی جماعتوں کے ہم زبان ہونا، مشرف کی طرف سے متعارف کردہ نصاب تعلیم کی کھل کر مخالفت، عراق میں پاکستانی فوج بھیجنے کی مخالفت، غیر ملکی طلبہ جو پاکستانی مدارس دینیہ میں تعلیم حاصل کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ، ان تمام بیانات سے چوہدری برادران نے رجوع کر لیا اور مستقبل میں مشرف کے ہر ایجنڈے کی بیعت کر لی۔ اس کا عملی ثبوت انہوں نے حدود آرڈیننس کی منظوری، لال مسجد آپریشن، امریکی فوج کی پاکستان میں بلاجواز مداخلت اور مشرف کے سیاہ کارناموں کا وکیل صفائی بن کر عملی طور پر دیا۔ المختصر چوہدری برادران مشرف صاحب کو رام کرنے میں کامیاب ہو گئے، مذکورہ ملاقات کے فوراً بعد زرداری صاحب کی اسلام آباد ایئر پورٹ پر ڈرامائی انداز میں گرفتاری اور رہائی ہوئی، زرداری صاحب کچھ عرصہ پاکستان میں قیام کے بعد محترمہ بے نظیر بھٹو سے ملاقات کیلئے دبئی روانہ ہو گئے پھر دبئی سے لندن اور لندن سے امریکہ روانہ ہو گئے اور علاج کے بہانے مستقل امریکہ قیام پذیر ہو گئے، یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ بے نظیر بھٹو اس سارے کھیل تماشے کے دوران مشرف کی پالیسیوں پر کڑی تنقید کرتی رہیں اور زرداری صاحب سیاسی منظر نامے سے بالکل غائب ہو گئے۔ اکا دکا مرتبہ انہیں محترمہ بے نظیر بھٹو کیساتھ کسی انٹرویو میں دیکھا گیا، ان کی بگڑتی ہوئی صحت کی خبریں اخبارات کی زینت بنتی رہیں۔ سانحہ لیاقت باغ کے بعد اب تیری باری زرداری کا نعرہ عملی طور پر زرداری صاحب پر

صادق آ گیا۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کے قتل کے اصل محرکات کیا تھے، اور کن عوامل کی بنیاد پر انہیں راستے سے ہٹایا گیا، یہ سارے سوالات توجہ طلب ہیں لیکن یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ جب محترمہ کے چیف سیکورٹی ایڈوائزر رحمان ملک سے سانحہ کے فوراً بعد میڈیا نے رابطہ کیا تو انہوں نے دھماکے سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ برق رفتار الیکٹرانک میڈیا اور موبائل فون کی سہولت عام ہونے کے باوجود میڈیا کو "سب اچھا" کی رپورٹ دینا قابل توجہ ہے۔ محترمہ کے وصال کے بعد زرداری صاحب نے پہلی پریس کانفرنس میں جذباتی سندھی نوجوانوں کے نعرے کے جواب میں "پاکستان کھپے" کا نعرہ لگایا جسے مختلف طبقہ ہائے فکر نے بڑی پذیرائی دی اور زرداری صاحب قومی لیڈر بن کر ابھرے



لاہور سمیت پورے پنجاب کو لاڑکانہ بناؤنگا

اور ایک نیا نعرہ ایجاد ہوا "ایک زرداری سب پہ بھاری" اٹھارہ فروری کے حیران کن انتخابی نتائج کے بعد پاکستانی قوم نے سوچا اب ظلم کی سیاہ رات ختم ہوگئی اور جمہوریت کا دور دورا آ گیا ہے، ہر طرف جشن منائے گئے، اب پاکستانی قوم کی امیدوں کا مرکز محور آصف علی زرداری صاحب ہی تھے قوم نے انہیں مسیحا کے طور پر قبول کرلیا، اب زرداری صاحب کیلئے چار بڑے چیلنج تھے جنکا بہتر حل نکالنا زرداری صاحب کا فرض منصبی بنتا تھا، سب سے پہلے بے نظیر بھٹو کے قتل کی تحقیقات اقوام متحدہ سے کروانا، یہ پیپلز پارٹی کا انتخابی نعرہ تھا لیکن حیران کن بات یہ ہے پاکستان کی چاروں صوبائی اسمبلیوں بشمول سینٹ اور قومی اسمبلی میں متفقہ قرارداد منظور ہونے کے بعد اب زرداری صاحب نے چپ سادھ لی ہے، بلکہ عشرے کے بعد ورکروں کو تسلی دینے کیلئے ایک آدھا بیان داغ دیا جاتا ہے یا دش بخیر زرداری صاحب نے فرمایا تھا، بی بی مجھے اپنی قبر سے باندھ کر گئی ہیں لیکن افسوس بی بی کی قبر پر اب عام ورکر ہی بندھا ہوا نظر آتا ہے، دوسرا بڑا چیلنج پاکستان میں امریکہ کی بلاجواز مداخلت لیکن اس ایشو پر زرداری صاحب کے دیگر اتحادی نواز شریف، اسفندیار ولی بھی گومگو پالیسی کا شکار ہیں، تیسرا اہم ترین ایشو بڑھتی مہنگائی کا تدارک کرنا تھا، اس ایشو پر ان تمام قائدین کا ایک ہی موقف ہے، سابق حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے حالات کو معمول پر آنے میں کچھ وقت لگے گا، چوتھا اہم ترین اور بنیادی ایشو ججوں کی بحالی اور آمریت سے چھٹکارا حاصل کرنا تھا، اس ایشو پر فضل الرحمن، زرداری اور اسفندیار کا رخ شمال کی طرف جبکہ نواز شریف کا جنوب کی طرف ہے۔ نواز شریف ابھی تک اس بات پر ڈٹے ہوئے ہیں کہ عوام نے ہمیں ججوں کی بحالی کیلئے ووٹ دیئے ہیں اور عملی طور پر بھی وکلاء سول سوسائٹی کی تحریک کے شانہ بشانہ چلنے کا اعادہ کرتے ہیں، یہ میاں نواز شریف کا مثبت اقدام ہے جسے ہر سطح پر داد دینی چاہیے ورگرنہ پاکستانی سیاست کی یہ روایت رہی ہے کہ منتخب ہونے کے بعد سیاستدان اپنے وعدوں کو بالائے طاق رکھ کر نظریہ ضرورت کو اپنا لیتے ہیں، وقت آنے پر اس حقیقت کا کھل کر پتہ چل جائیگا کہ میاں صاحب ججوں کی بحالی کیلئے واقعۃً مخلص تھے یا مشرف سے انتقام لینے کی خاطر یہ سیڑھی استعمال کرنا چاہتے تھے۔ انتخابات کے فوراً بعد دونوں جماعتوں کے درمیان ایک میثاق طے پایا جس کو معاہدہ بھوربن کا نام دیا گیا، جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ججوں کو تیس دن میں بحال کردیا جائیگا۔ میاں نواز شریف آخری دن تک یہ بات باور کرانے کی کوشش میں لگے رہے کہ تیس دن میں جج ضرور بحال ہونگے، دوسری طرف زرداری صاحب نے یہ بیان داغ دیا کہ معاہدہ کوئی حدیث نہیں ہے، دن آگے بھی ہوسکتے ہیں، الٹی گنتی یا سیدھی گنتی کی کوئی حیثیت نہیں تھی، اسی اثنا میں ایوان وزیراعظم میں مشرف صاحب کو دوستانہ عشائیہ دیا گیا، اور وہاں روایتی مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوا۔ ججوں کی بحالی کے معاملے کو لٹکانے کے لئے مشترکہ کمیٹی بن گئی۔ اس کمیٹی کا ہر اجلاس بغیر کسی نتیجہ کے اختتام پذیر ہوتا رہا، تیس دن گزر گئے تھے اور زرداری صاحب دبئی تشریف لے گئے۔ زرداری صاحب کا پیچھا کرتے کرتے پہلے خورشید آصف، چوہدری نثار اور میاں شہباز شریف دبئی پہنچے اور بعد میں بنفس نفیس میاں نواز شریف دبئی تشریف لے گئے۔ دبئی میں زرداری صاحب نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میاں نواز شریف کو مکمل اختیار دے دیا ہے، وہ جو تاریخ بھی دیں گے وہ ہماری طرف سے ہی ہوگی۔ میاں صاحب نے پاکستان آ کر 12 مئی کی حتمی تاریخ کا اعلان کردیا۔ اسی دوران زرداری صاحب نے فرمایا کہ بارہ تاریخ حتمی نہیں ہے، اس سے دو دن آگے بھی ہوسکتے ہیں۔ زرداری صاحب لندن کے عازم سفر ہوئے، نواز شریف اپنی مذاکراتی ٹیم



پنجاب کو کسی پارٹی کا نہیں، اسلام کا قلعہ بناؤنگا

کے ساتھ لندن تشریف لے گئے۔ اسکے باوجود مذاکرات بغیر کسی نتیجہ کے اختتام پذیر ہوگئے۔ بارہ مئی کی تاریخ بھی گزر گئی جس کے نتیجے میں میاں صاحب نے اپنے وزراء سے استعفے دلوا دیئے۔ ایک طبقہ فکر کی یہ رائے ہے کہ زرداری صاحب افتخار چوہدری سے اس بات کی گارنٹی چاہتے ہیں کہ وہ NRO کا باب ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند کردیں۔ افتخار چوہدری یہ گارنٹی دینے کیلئے تیار نہیں ہیں اور یہ بات زرداری صاحب کو منظور نہیں۔ دوسری رائے یہ ہے کہ جنرل مشرف نے اپنے وعدہ کے مطابق ایفاء کردیا ہے اور زرداری صاحب کو تمام مقدمات سے باعزت بری کردیا ہے۔ اب زرداری صاحب صدارتی کیمپ وفا کے بدلے وفا چاہتا ہے۔

افتخار چوہدری کی بحالی کی صورت میں دونوں فریق

زیرِ عتاب آسکتے ہیں اسی لئے زرداری صاحب اس معاملے کو سرد خانے میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ ایک فریق کی یہ رائے ہے کہ اب زرداری صاحب نے ایوان صدر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کا صمیم قلب سے ارادہ کرلیا ہے۔ اس لئے انہوں نے حالیہ بیانات جاری کئے ہیں لیکن ہمیں اب بھی زرداری صاحب کے تمام بیانات دوستانہ بیانات ہی لگتے ہیں۔ زرداری صاحب کسی بھی صورت ایوان صدر کی ناراضگی مول لینے کی جسارت نہیں کرسکتے۔ اس کی تازہ مثال پنجاب میں سلمان تاثیر کی تقرری ہے۔ زرداری صاحب نے گورنر پنجاب کے منصب پر اس شخص کو فائز کروایا ہے جو زرداری سے زیادہ صدارتی کیمپ کے قریب ہے۔ بے نظیر بھٹو کی جلاوطنی کا دور ہو یا بے نظیر بھٹو کی پاکستان آمد، سانحہ لیاقت باغ سے لیکر بے نظیر بھٹو کے جنازے تک سلمان تاثیر کو کہیں نہیں دیکھا گیا۔ بے نظیر بھٹو کے وصال پر سلمان تاثیر کا تعزیتی بیان بھی اخبارات کی زینت نہیں بنا۔ موصوف اس وقت نگران وزارت کی بہاروں کے مزے لوٹ رہے تھے۔ انہوں نے بے نظیر کی موت کے غم میں مستعفی ہونے کا اعلان بھی نہیں کیا۔ تین مرتبہ لاہور سے انتخابات میں شکست کھانے کے بعد اپنی دولت وتعلقات کے بل بوتے پر گورنر پنجاب کے منصب پر فائز ہوگئے اور یہ بھی اعلان کردیا کہ وہ لاہور سمیت پورے پنجاب کو لاڑکانہ بنائیں گے۔

گورنر ہاؤس میں ہر ہفتے میں ایک دن بے نظیر ڈے منایا جائیگا۔ زرداری صاحب سلمان تاثیر کی جگہ اگر پارٹی ورکر اور بے نظیر کے انتہائی قریبی ساتھی جہانگیر بدر کو گورنر پنجاب بنواتے تو پی پی کے ورکرز کو بھی حوصلہ ملتا، کسی حد تک پارٹی کو بھی فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ جہانگیر بدر کی تقرری کی صورت میں اگر سیاسی جماعتیں بھی مثبت موقف رکھتیں۔ لیکن کہتے ہیں دولت انسان کے عیوب کو چھپا کر اسے ہیرو بنا دیتی ہے۔ اس کی زندہ مثال سلمان تاثیر کا گورنر کے منصب پر فائز ہونا ہے۔ زرداری صاحب سانپ بھی نہ مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے والے مقولے پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کررہے ہیں۔ زرداری صاحب اور ان کے ترجمانوں کے تمام بیانات تضادات کا مجموعہ ہیں۔ ایک طرف زرداری صاحب کا کہنا ہے کہ عوام نے ہمیں روٹی کپڑا اور مکان کے

بقیہ صفحہ نمبر 32 پر ملاحظہ فرمائیں

اسیرِ کلمہ

علامہ سید شبیر احمد ہاشمی

7 جنوری 2007ء کو ضلع قصور کے قصبہ کنگن پور میں نام نہاد "حقوق نسواں بل" پر متحدہ مجلس عمل ضلع قصور کے جلسہ میں تقریر کی۔ پوری قوت دلائل سے بل مسترد کیا۔ 11 جنوری 2007ء کو نام نہاد روشن خیال اور اعتدال پسند حکومت نے گرفتار کرکے 3 ماہ کیلئے ڈسٹرکٹ جیل قصور میں نظر بند کردیا بعد میں تقریر کو دہشت گردی قرار دیکر پانچ سال کی سزا سنادی جسکے بعد پنجاب ہائی کورٹ نے 14 ماہ بعد رہا کردیا۔ ایام اسیری میں 9 فروری 2007ء کو یہ نظم موزوں ہوئی جو قارئین افق کیلئے حاضر ہے۔ اس سال محرم الحرام کا مہینہ جیل میں گذرا۔

ہوں پس دیوار زنداں کلمہ حق کا اسیر — جبر کے جھوٹے تغلب کا ہوں اک سچا نکیر
ہوں غلام ابن غلام شاہ زین العابدین — میں حسین ابن علی کا جیل میں بھی ہوں سفیر
وقت کے ماتھے پر یہ تحریر کندہ ہوگی — میں یزید وقت کے سینے میں ہوں پیوستہ تیر
میں محرم میں شکار جبرو استبداد ہوں — صبر ہے اپنا اثاثہ اور درخشندہ ضمیر
جبر سے ٹکراتے رہنا اپنا منشور حیات — ہر بدی سے لڑتے رہنا ہے یہی حکم قدیر
اپنا پاکستان ہے فردوس بروئے زمین — اس کے دشمن اہل دوزخ اس کے بیری ہیں شریر
سرزمین پاک ہے یارو عطائے مصطفیٰ — اس کا ہر بوٹا مقدس اسکی ہر ٹہنی حریر
بس نظام مصطفیٰ تقدیر پاکستان ہے — کان کھولیں، صاف سن لیں سامراجوں کے سفیر
میرے مرشد میرے آقا سیدی شیخ الحدیث — قادری رضوی ہوں یارو غوث اعظم دستگیر
استقامت شاہ نورانی کی ہے سایہ کناں — شاہ نورانی یقیناً ہیں عزیمت کے امیر
دشمنان سرور کونین سے ہوں پنجہ زن — ایسے شیطانوں سے لڑنا ہے تانفس اخیر
رات کے تاریک سناٹے سنیں یہ بھی صدا — بس نظام مصطفیٰ ہر دور کا شمس منیر

اہل استبداد سن لیں نعرۂ شبیر ہے
بس نظام مصطفیٰ انسان کی تقدیر ہے

نہ آسماں سے نہ دشمن کے زور و زر سے ہوا —— یہ معجزہ تو مرے دستِ بے ہنر سے ہوا

مردِ آہن اعتزاز احسن .... آئینِ پاکستان کا محافظ

اُن کی ولولہ انگیز قیادت میں وکلاء تحریک قوم کے دکھوں کے مداوے کیلئے نئی منزلوں کا تعین کر رہی ہے

سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر چوہدری اعتزاز احسن نے 10 جون کو لانگ مارچ کو کامیاب بنانے کیلئے ضمنی انتخابات سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ "ہم نے ججز کی بحالی کا غیر متزلزل عزم کر رکھا ہے اور معزول عدلیہ کی بحالی میری پہلی ترجیح ہے، انہوں نے کہا کہ یہ ملک کی تاریخ کا اہم ترین موڑ ہے اور اس اہم موقع پر میں اپنی تمام توجہ ججز بحالی تحریک پر مرکوز رکھنا چاہتا ہوں، انہوں نے کہا کہ 10 جون کا لانگ مارچ وکلاء تحریک کا فیصلہ کن مرحلہ ہوگا اور لانگ مارچ کو کامیاب بنانا عوام کا فرض ہے انہوں نے کہا کہ لانگ مارچ کے دوران ہمارا نعرہ "ہم ملک بچانے نکلے ہیں آؤ ہمارے ساتھ چلو، ہم جج بحال کرانے نکلے ہیں آؤ ہمارے ساتھ چلو" ہوگا۔ لانگ مارچ کے پروگرام کا اعلان کرتے ہوئے سپریم کورٹ بار کے صدر چوہدری اعتزاز احسن نے کہا کہ "10 جون کو لانگ مارچ کا آغاز ملتان سے ہوگا جس میں سندھ اور بلوچستان کے وکلاء بھی شریک ہونگے اور لانگ مارچ کے شرکاء ساہیوال اور اوکاڑہ بار سے خطاب کرتے ہوئے لاہور پہنچیں گے، 11 جون کو لانگ مارچ کے شرکاء گوجرانوالہ، گجرات اور جہلم بار سے بھی خطاب کرتے ہوئے اسلام آباد پہنچیں گے انہوں نے کہا 10 جون کا لانگ مارچ ججز بحالی تحریک کا ابھی پہلا مرحلہ ہے دیگر مراحل کا اعلان بعد میں کیا جائے گا انہوں نے کہا کہ اگر حکومت نے 10 جون سے قبل ججز بحال کر دیئے تو یہ صدر پرویز مشرف کی شکست ہوگی اور ہم پورے ملک میں چراغاں کر کے جشن منائیں گے۔"

چوہدری بہاول بخش مرحوم گجرات کی دھرتی کا ایک ایسا دانشور تھا جس نے اپنی ساری زندگی جدوجہد اور قوم کی اصلاح میں بسر کی، ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ

ایم اے قادری



انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے حقوق کیلئے حکومت برطانیہ کے خلاف کمر کستے ہوئے معرکۃ الآراء مضامین لکھے، جس میں مسلمانوں کے موقف کی بھرپور ترجمانی اور وکالت جھلکتی تھی ادبی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ چوہدری بہاول بخش مرحوم نے سیاسی سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیا اور وہ گجرات کے باسیوں کے معتمد لیڈر مانے جاتے تھے ان کی تحریر کی طرح گفتگو بھی حقائق و دلائل کے اعتبار سے منفرد ہوتی تھی اور علاقے کی کوئی بھی چھوٹی سے بڑی پنچایت ان کے بغیر مکمل نہیں سمجھی جاتی تھی، خطہ گجرات ہمیشہ سے بہادروں، غازیوں، شاعروں، ادیبوں اور تاریخ وقت پر جراتوں کے انمٹ نقوش چھوڑنے والوں کی سرزمین ہے، اس کی مردم خیز مٹی سے جنم لینے والے سپوتوں نے ہر شعبہ ہائے زندگی عزم و حوصلے اور جراتوں کے ناقابلِ تسخیر کارنامے سرانجام دے کر ملک و قوم کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں چھوڑا، گجرات کے جاں نثار سپوت ماضی، حال اور مستقبل میں بھی اپنی

حالاتِ زندگی

ملک کے ممتاز قانون دان چوہدری اعتزاز احسن 27 ستمبر 1945ء کو مری میں پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی ضلع گجرات ہے اور نواحی قصبے منگووال غربی کے چشم و چراغ ہیں، میٹرک کرنے کے بعد اعتزاز احسن نے لاہور کے معروف کالجوں ایچی سن اور گورنمنٹ کالج سے تعلیم حاصل کی اور بعدازاں کیمبرج یونیورسٹی برطانیہ سے قانون کی ڈگری حاصل کی اور وہیں سے بار ایٹ لاء کیا تعلیم سے فراغت کے بعد وطن واپس آ کر C.S.S کے امتحان میں شرکت اور پاکستان بھر میں اوّل پوزیشن حاصل کی، C.S.S کے امتحان میں کامیابی کے بعد اعتزاز احسن کو ساہیوال میں بحیثیت اسسٹنٹ کمشنر تعیناتی کے آرڈر ملے لیکن آپ نے اس وقت کے فوجی ڈکٹیٹر جنرل ایوب خان کی حکمرانی سے اختلاف کرتے ہوئے فوجی آمریت کے زیر سایہ سرکاری ملازمت اختیار کرنے سے انکار کر کے ایک منفرد اور انوکھی مثال قائم کی اور سرکاری ملازمت ٹھکرا کر وکلاء برادری میں شمولیت کو ترجیح دی آج پاکستان سمیت دنیا بھر میں اعتزاز احسن کا نام ظلم و جبر کے خلاف آہنی عزم و حوصلے اور جدوجہد کی علامت جانا جاتا ہے اور ملک و قوم کا ہر فرد انہیں قدر و حرمت عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام اور اعزاز ہے جو شاید آپ کو سرکاری ملازمت کی بندش میں کبھی بھی حاصل نہیں ہو سکتا تھا، چوہدری اعتزاز احسن مایہ ناز وکیل ہونے کے ساتھ ساتھ بلند پایہ ادیب اعلیٰ پائے کے مقرر اور معروف شاعر بھی ہیں اور اردو و انگلش دونوں زبانوں میں کئی کتب کے مصنف ہیں اور آپ کی دوران اسیری کی تصنیف The Indus Saga بہت مقبول ہوئی اعتزاز احسن کا ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں۔

ایوانِ عدل

گزوں کو بکھیرتے ہوئے اور اپنی شاندار روایات کو برقرار رکھتے ہوئے کامیابیوں اور کامرانیوں کی بلندیوں کو چھونے کیلئے آج بھی مصروف عمل ہیں، ان روشن ستاروں میں چوہدری بہاول بخش مرحوم کا پوتا بیرسٹر چوہدری اعتزاز احسن بھی ہے، کسے معلوم تھا کہ گجرات کا یہ سپوت نئے جوش وولولہ اور نئی امنگ کو اپنے دامن میں لیے علم وادب اور قانون کے شعبے میں کامیابیوں کے جھنڈے گاڑتا ہوا، عدل وانصاف کا علمبردار اور عدلیہ کی حرمت ووقار اور آزادی کی علامت ثابت ہوگا۔

چوہدری اعتزاز احسن کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ پاکستان کی سیاسی تاریخ میں جتنے اہم کیسیز عدالتوں میں انصاف کے حصول کیلئے پیش ہوئے ان میں بیشتر کے وکالت کے فرائض آپ نے ہی انجام دیئے اور فاضل عدالت کے سامنے قانون کی وہ توجیہات پیش کیں جس سے جج ان کے موکل کے حق میں فیصلہ دینے پر مجبور ہوگئے محترمہ بھٹو کا کیس ہو یا نواز شریف کا طیارہ سازش کیس یا چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کی معطلی کا کیس ہو ان سب میں رب ذوالجلال نے انہیں وہ شہرت بخشی جو شاید ہی کسی کو نصیب ہوئی ہو یہی وجہ ہے کہ چوہدری اعتزاز احسن اپنی ذات میں باکمال اور منفرد ہیں۔

سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کی تاریخ میں سب سے زیادہ 1039 ووٹ لے کر ایوان اقتدار میں بیٹھی ہوئی شخصیات میں ہلچل مچادینے والے اعتزاز احسن نے آئین پاکستان کے محافظ بن کر عدلیہ کی آزادی اور معزول ججز کی بحالی کا تہیہ کر رکھا ہے، انہوں نے 9 مارچ 2007ء کی وکلاء کی عدلیہ کی آزادی کیلئے چلنے والی تحریک میں چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کے شانہ بشانہ ہراول دستے کے مرد مجاہد بن کر ایسا کردار ادا کیا ہے جو ناقابل فراموش ہے، جب بھی تاریخ کا مورخ پاکستان میں عدلیہ کی آزادی اور ججز کی بحالی کی تاریخ رقم کرے گا تو اس میں چوہدری اعتزاز احسن کا نام سنہری حروف سے لکھا جائے گا، انہوں نے 9 مارچ کے غیر آئینی اقدامات کے خلاف حالات کو تحریک کا روپ دینے میں جو شبانہ روز کاوشیں کیں اور اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر جس پر امن جدوجہد کا آغاز کیا تھا آج پوری قوم ان کی ولولہ انگیز شخصیت سے متاثر ہو کر انہیں "مرد آہن" کے نام سے پکار رہی ہے۔

9 مارچ 2007ء عدالتی بحران کے بعد پاکستان کے منظر نامے میں ججز اور عدلیہ کے نئے کردار سے جو نیا پاکستان تخلیق ہوا، اس کے تخلیق کاروں میں اعتزاز احسن کا نام نمایاں ہے، پرویز مشرف کے خلاف جمہوریت کی بحالی اور عدلیہ کی آزادی کیلئے جتنی آواز اعتزاز احسن نے بلند کی، کسی اور نے نہیں کی، یہاں یہ کہنا قطعاً غلط نہیں ہوگا کہ صدر پرویز مشرف کو جتنا کمزور اعتزاز احسن نے کیا اتنا تو پیپلز پارٹی اور پوری اپوزیشن بھی نہیں کرسکی، معروف سیاسی تجزیہ نگار جناب حامد میر کے مطابق جنرل پرویز مشرف کے رویئے میں تبدیلی کی وجہ سپریم کورٹ کا 20 جولائی 2007ء کا فیصلہ ہے، چوہدری اعتزاز احسن اور ان کے ساتھی وکلاء نے چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کا مقدمہ سپریم کورٹ سے جیت کر جنرل پرویز مشرف کی اخلاقی و سیاسی پوزیشن کو اتنا کمزور کر دیا کہ وہ صرف بے نظیر بھٹو سے نہیں بلکہ نواز شریف کے ساتھ بھی سمجھوتہ کرنے پر راضی ہوگئے ہیں، لیکن بے نظیر بھٹو کے برعکس نواز شریف نے اس شخص کو ملنے سے انکار کردیا جسے انہوں نے خود 1998ء میں سنیارٹی کے اصول کو نظر انداز کرتے ہوئے چیف آف دی آرمی اسٹاف بنایا تھا، چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کے مقدمے کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا تھا جب جنرل پرویز مشرف کے ایک معتمد خاص نے چوہدری اعتزاز احسن کے ساتھ تفصیلی ملاقات کی اور انہیں ملک میں بڑھتی ہوئی مذہبی انتہا پسندی کے بارے میں خبردار کرتے ہوئے کہا کہ مذہبی انتہا پسندوں کے مقابلے میں لبرل قوتوں کا اتحاد وقت کی اہم ترین ضرورت ہے، اس ملاقات کا اصل مقصد یہ تھا کہ لبرل ازم کے نام پر چوہدری اعتزاز احسن اپنے موکل جسٹس افتخار محمد چوہدری کا ساتھ چھوڑ کر جنرل پرویز مشرف کی مشکلات کم کردیں، آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ اگر چوہدری اعتزاز احسن یہ بات مان لیتے اور جان بوجھ کر مقدمہ ہار جاتے تو کیا کچھ حاصل کر سکتے تھے لیکن انہوں نے اصول پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا وکلاء کی تحریک کے نتیجے میں عدلیہ قوم کی امیدوں کا مرکز بن چکی ہے، عدلیہ مضبوط ہوگی تو آئین وقانون مضبوط ہوگا اور آئین وقانون کی بالادستی مذہبی انتہا پسندی کے خاتمے کا باعث بن سکتی ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ چیف جسٹس آف پاکستان کی عوامی رابطہ مہم کے پیچھے یوں تو پاکستان بھر کے وکلاء کا ہاتھ تھا لیکن چوہدری اعتزاز احسن کا نام ان میں سب سے نمایاں تھا، جون 2007ء میں ایک اخباری رپورٹر نے اعتزاز احسن کی عدالتی مہارتوں سے مرعوب ہو کر حساب لگایا کہ انہوں نے کتنے گھنٹے دلائل دیئے اور عدالت کے روبرو کتنے عرصہ کھڑے رہے، اس کے ساتھ ساتھ انہوں فاضل عدالت کے روبرو بے شمار خوبصورت شعر بھی سنائے، بھری عدالت میں ان کے مدمقابل نے اعتراف کیا کہ وہ اعتزاز احسن کی طرح خوبصورت شعر نہیں سنا سکتے، اخباری رپورٹر نے عدالت کے اندر اعتزاز احسن کی ذہنی جدوجہد کا حساب تو لگالیا لیکن عدالت کے باہر ان دنوں جو انہوں نے دن رات مسلسل ست رفتار اور تھکا دینے والی ڈرائیوری کر کے جسمانی مشقت برداشت کی اس کی طرف رپورٹر کا دھیان نہیں گیا، نیویارک ٹائمز نے اعتزاز احسن کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا کہ "انہوں نے چیف جسٹس کیس کو قومی تحریک میں بدل دیا، اگر چیف جسٹس کا مقدمہ کسی کم سیاسی سوجھ بوجھ رکھنے والے وکیل نے لڑا ہوتا تو شاید یہ ایک مقدمہ ہی ہوتا لیکن پاکستان کے بہترین وکلاء میں سے ایک یعنی اعتزاز احسن نے اپنی ذہانت سے اسے فوجی حکومت کے دور میں انصاف کی قومی تحریک میں بدل کر ایک نئی تاریخ رقم کی" یہ چوہدری اعتزاز احسن ہی تھے جنہوں نے صدر مملکت کو فریق بناتے ہوئے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ چیف جسٹس کے خلاف حکومتی ریفرنس کی دھجیاں اڑا دیں گے اور موقع کی مناسبت سے صدر کو سپریم کورٹ میں لاکھڑا کر کے ایسے دلائل دیں گے کہ قوم دنگ رہ جائے گی، واقعی انہوں نے نہ صرف نااہلی کے ریفرنس کی دھجیاں اڑا دیں بلکہ 4 ماہ سے زائد عدالت کے اندر اور باہر ایسی جنگ لڑی کہ قوم کو فتح کے ساتھ اقتد کے ایوانوں میں براجمان شخصیات کو شرمندگی اور ندامت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا، الغرض پاکستان کی 60 سالہ تاریخ میں یہ وہ واحد تحریک تھی

جو 20 جولائی 2007ء کو چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری کی بحالی کے نتیجے میں کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

3 نومبر 2007ء آمر وقت نے ایک بار پھر ملک کی سب سے زیادہ باوقار اور جرأت مند عدلیہ پر شب خوں مارا اور ایک غیر آئینی اور غیر قانونی اقدام کے ذریعے ہر دل عزیز چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری سمیت 60 سے زائد ججز کو معطل کردیا، اور 20 جولائی 2007ء کو پاکستان کے عوام کے عہد نو سے جس نئے پاکستان کا ظہور ہوا تھا اس نے ثابت کردیا تھا کہ حکمرانوں کو قومی معاملات کے فیصلے قومی مفاد میں ہی کرنا ہوں گے اور ہر کسی کو اپنے دائرہ کار میں ہی رہنا ہوگا، اس دن ہمیشہ کیلئے یہ بات بھی طے ہوگئی تھی کہ "نظریہ ضرورت" کی آڑ لے کر آئندہ کوئی آمر اقتدار پر قابض نہیں ہوسکے گا۔ مشہور مفکر گیٹس نے کہا تھا کہ "جو لوگ اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہنے سے ڈرتے ہیں وہ کبھی بھی لازوال نہیں بن سکتے، ضمیر کی آواز سب ہی کو سنائی دیتی ہے لیکن اسے توجہ دینے کا جوہر کسی کسی کو عطا ہوتا ہے" چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری اور معزول ججز کے بعد ضمیر کی آواز پر لبیک کہنے والے قوم کے مسیحاؤں میں جن کا نام تاریخ کے دریچوں میں نمایاں طور پر لکھا جائے گا، ان میں منیر ملک، علی احمد کرد اور جسٹس طارق محمود کے ساتھ چوہدری اعتزاز احسن سرفہرست ہوگئے۔

آج ایک بار پھر معزول عدلیہ کی بحالی اور آئین وقانون کی بالادستی کیلئے قائد قافلہ سخت جاں چوہدری اعتزاز احسن کی قیادت میں ملک کے تمام وکلاء مختلف محاذوں پر جنگ لڑ رہے ہیں اور قوم کے دکھوں کے مداوے کیلئے نئی منزلوں کا تعین کرکے پاکستان کے روشن مستقبل کی بنیاد رکھ رہے ہیں، 9 مارچ کے قومی سانحے کے بعد 3 نومبر 2007ء کے غیر آئینی اقدام کے نتیجے میں ایک بار پھر وکلاء تحریک ایک مضبوط اور آزاد ادارے میں تبدیل ہوچکی ہے اور ان کا ایک ہی مطالبہ ہے کہ 2 نومبر 2007ء کی پوزیشن پر غیر مشروط طور پر عدلیہ کو بحال کیا جائے اور پاکستان کو فوجی آمر سے نجات دلا کر ملک میں آئین وقانون کی بالادستی قائم کی جائے، اس مقصد کیلئے پاکستان بھر کے وکلاء ہاتھوں میں ہاتھ دیے آہنی چٹان بنے حکومت وقت کے سامنے کھڑے ہیں، اور 10 جون کو لانگ مارچ کے ذریعے عدلیہ کی بحالی کے ایک نئے سفر کا آغاز کررہے ہیں جس کا نعرہ ہے "ہم ملک بچانے نکلے ہیں آؤ ہمارے ساتھ چلو، ہم جج بحال کرانے نکلے ہیں آؤ ہمارے ساتھ چلو" اور جو معزول چیف جسٹس سمیت تمام ججز کی بحالی ہے، آنے والا وقت جنرل (ر) پرویز مشرف کے نصیب میں شکست لکھ کر ثابت کرنے جارہا ہے کہ آئین وقانون اور انصاف کی بالادستی کیلئے اعتزاز احسن اس سفر میں اکیلے نہیں بلکہ پاکستان بھر کے تمام وکلاء، سیاسی جماعتوں کے کارکن، سول سوسائٹی اور محب وطن عوام ان کے ساتھ ہیں، دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ ڈکٹیٹر اور عوام کے درمیان جنگ کا نتیجہ صدیوں سے ایک ہی نکلا ہے "عوام کی کامیابی اور آمر کی شکست"

پھر دل کو مصفا کرو اس لوح پہ شاید
مابین من و تو نیا پیمان کوئی اترے
اب صدیوں کے اقرار اطاعت کو بدلنے
لازم ہے کہ انکار کا فرماں کوئی اترے

آہ! پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمدؒ

پروفیسر محمد شکیل اوج

پاکستان کے معروف مذہبی دانشور، ملت اسلامیہ کے روحانی پیشوا، عصر حاضر کے ولی کامل، سینکڑوں کتابوں، رسالوں، مقالوں اور مضامین کے محرر، بلند پایہ محقق، صاحب طرز ادیب اور انشاء پرداز پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد 28 اپریل 2008ء بروز پیر اچانک ہم سے جدا ہوگئے اور اپنے ہزاروں چاہنے والوں کو سوگوار چھوڑ گئے۔ وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ ان کے فرزند دل بند صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد نے پڑھائی۔ جبکہ دعائے اجتماعی مولانا پیر فضل الرحمن مجددی نے کرائی۔ ان کے جنازے میں اکثر علماء و مشائخ اور صالح کردار کے حامل افراد کی کثرت دیکھ کر مرحوم کی روحانیت اور پاکیزگی کردار کا بخوبی اندازہ ہوا۔ نماز جنازہ شاہراہ قائدین کے ساتھ والے گراؤنڈ میں ادا کی گئی۔ انتقال کے وقت مرحوم 79 برس کے تھے مگر دم واپسیں تک ان کے معمولات یومیہ میں کوئی فرق نہ آیا۔۔۔۔۔

ڈاکٹر صاحب 1930ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ 1948ء میں پاکستان آئے۔ 1952ء میں لاہور سے میٹرک کیا۔ 1958ء میں پنجاب یونیورسٹی سے اردو میں ایم اے کیا اور اپنے سبجیکٹ میں اول پوزیشن حاصل کی جس کے صلے میں گورنر مغربی پاکستان کی طرف سے گولڈ میڈل اور وائس چانسلر کی طرف سے سلور میڈل دیا گیا۔

"اردو میں قرآنی تراجم وتفاسیر" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا، جس پر 1971ء میں انہیں ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے نوازا گیا۔ اس تحقیقی مقالے میں 600 سے زائد اردو تراجم وتفاسیر کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اور مقدمے میں پچاس سے زیادہ زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر کا محققانہ انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنا یہ مطبوعہ مقالہ راقم الحروف کو اپنی فرمائش پر دکھایا تھا۔

ڈاکٹر صاحب اہلسنت کی نابغہ روزگار ہستی تھے جن کی نظیر ملنا واقعی مشکل ہے اور یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تحریر اتنی شائستہ، شستہ اور پر تاثیر ہے کہ جو بھی اسے ایک بار پڑھ لے اسے بھی بھلا نہ سکے گا۔ ہزاروں زندگیاں صرف ان کی تحریرات کے اثر سے سنور گئیں۔ جو شخص اتنی خوبصورت، موثر اور روشن تحریریں لکھتا ہو، وہ خود کتنا روشن ضمیر ہوگا۔ اس کا یقین ہر اس شخص کو ہے جس نے انہیں دیکھا اور ان سے ملا ہے۔ ڈاکٹر صاحب "ماہر رضویات" کے لقب سے معروف ہوئے، بلکہ یہی لقب ان کی پہچان بنا۔ مگر وہ ایک معتدل مزاج مصنف اور محقق تھے۔ گو مسلکاً بریلوی تھے مگر عام بریلویوں سے بالکل ہٹ کر۔ گزشتہ چند دہائیوں سالوں سے انہوں نے اپنی تحریرات کا مرکز ومحور قرآن اور صاحب قرآن کو بنا لیا تھا اور اس حوالے سے متعدد کتب و رسائل بھی تحریر فرمائے تھے اور اب بھی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ روحانی اقدار میں وہ سلف کا معیاری نمونہ تھے۔ ان کے پاس بیٹھ کر دلوں کو سکون ملتا تھا۔ بڑے وضع دار آدمی تھے اور مہمان نوازی [illegible] تھے۔ راقم الحروف کو کئی بار ان کی مہمانی کا شرف حاصل ہوا اور ایک بار میزبانی کا بھی۔ مرحوم سے میری ذاتی یادوں کا سلسلہ بہت پرانا ہے، جسے کسی آئندہ مضمون میں لکھا جائے گا۔

ڈاکٹر صاحب اپنے علمی اور روحانی آثار کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہیں گے اور جگمگاتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علمی اور روحانی فیض کا سلسلہ قائم ودائم رکھے۔ (آمین)

لاہور کی دم توڑتی ثقافت

مرسلہ: فیض ہاشمی، لاہور

پروفیسر محمد اعجاز راٹھور

اگر اندرون شہر کا سروے کیا جائے تو 12 دروازوں کا پرانا شہر سینکڑوں چھوٹی چھوٹی مارکیٹوں میں تبدیل ہوتا جا رہا ہے۔ دنیا بھر میں لاہور کو ثقافتی شہر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ لاہور کی ثقافت بالخصوص بسنت کے تہوار نے لاہور کو دنیا بھر میں انفرادی مقام دلا دیا۔ لاہوری کھانوں اور لاہوری تہذیب کو دنیا بھر میں پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ جیسے جیسے لاہوریوں میں ثقافت اور روایات کو زندہ رکھنے کا جنون سوار ہو رہا ہے ویسے ویسے لاہور کی تاریخی گلیوں، حویلیوں، محلوں میں مارکیٹیں تعمیر ہوتی جا رہی ہیں۔ دنیا میں وہ قومیں زندہ جاوید کہلانے کی حقدار ہوتی ہیں جو اپنی ثقافت، روایات اور تہذیب کو زندہ رکھتی ہوں۔ چند سالوں میں 12 دروازوں میں جتنی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں اتنی تبدیلیاں تو گذشتہ پانچ ہزار سالوں میں نہیں ہوئیں۔ لاہور شہر کی تاریخ پانچ ہزار سال پرانی ہے۔ ان پانچ ہزار سالوں میں لاہور شہر پر سینکڑوں حملے ہوئے۔ کئی بار شہر 12 دروازوں بار قتل و غارت ہوئی، مگر ہر دفعہ قلیل عرصے کے بعد اس شہر کی رونقیں دوبارہ بحال ہو گئیں۔ زندہ دلان لاہور نے اپنی تاریخ و ثقافت کو مرنے نہیں دیا مگر آج روایتی لاہوری کلچر اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چند سال قبل لاہور کی گلیاں آباد تھیں۔ لاہور کے تھڑوں پر زندگی کے اثرات تھے۔ لاہوری بیٹھکوں پر محفلیں جوان تھیں۔ لاہور کی مساجد میں رونق قائم تھی۔ مگر چند سالوں میں میرے لاہور کو نہ جانے کس کی نظر لگ گئی کہ یہاں کی رونقیں ختم ہو گئیں۔ یہاں کی محبتوں کو خاموشی نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آج لاہوری اپنی ثقافت کو یاد کر کے چپکے چپکے آنسو بہاتے ہیں۔ اہل قلم اپنے قلم سے ثقافت کو زندہ رکھنے کی کوششیں کرتے ہیں، مگر حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ لاہوری ثقافت اپنا تاریخی وجود ختم کرتی جا رہی ہے۔ زندگی کا قول ہے کہ گھر دیواروں سے نہیں مکینوں سے بنتے ہیں۔ آج حکومتی ادارے اور INGO'S لاہور کی تاریخی عمارتوں اور حویلیوں کو بچا کر ثقافت کو زندہ کرنے کا دعویٰ تو کر رہے ہیں مگر وہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ ان کی کوششیں گھر بچانے کی حد تک ٹھیک ہیں مگر وہ اس کے مکین لاہوریوں کو وہ کہاں سے لائیں گے۔ وہ لاہوری جن کھانا پینا، جن کا سونا، جاگنا، جن کا ایک دوسرے کے خوشی و غم میں شریک ہونا دنیا بھر میں منفرد تھا۔



چند سال قبل لاہور کے دن کا آغاز ہی نرالا ہوا کرتا تھا۔ فجر کی اذان کے بعد گھر کی خواتین اٹھ کر نمازیں ادا کرتیں۔ بزرگ مسجدوں کا رخ کرتے اور نوجوان اکھاڑوں میں جا کر پہلوانی کے داؤ پیچ سیکھتے۔ طلوع صبح کے ساتھ ہی گلی محلے آباد ہونا شروع ہو جاتے۔ محلے کی بڑی بوڑھیاں ہاتھوں میں تسبیح لے کر گلی میں پیڑھی رکھ کر ہر آنے جانے والے پر نظر رکھنا شروع ہو جاتیں۔ گھر کے مرد بازار سے ناشتے کے لئے دودھ دہی خریدنے ہاتھوں میں "ڈول" پکڑے روانہ ہوتے۔ دودھ دہی کی دکان ہی صبح کی مصروف ترین دکان ہوتی۔ دودھ فروش "کجے" میں دودھ ڈال کر "مدھانی" سے لسی بنانے میں مصروف ہوتا "اکھاڑوں" سے فارغ نوجوان دودھ دہی کی دکان پر رش لگائے کھڑے ہوتے۔ دودھ فروش ہر ایک کو جلدی جلدی فارغ کرنے کی کوشش کرتا۔ محلے کے بزرگوں کا احترام اپنے بزرگوں سے زیادہ کیا جاتا۔ اگر کوئی شخص بغیر ڈھکن کے ڈول لیکر بازار سے دودھ خریدتا تو محلے کے بزرگ اس کو ڈانٹتے کہ بیٹا دودھ کو چھپا کر جایا کرو، اس کو بہت جلد نظر لگتی ہے۔ لوگ دہی کی "ملائی" کلچے پر ڈال کر کھاتے اور لسی پیتے۔ صبح کے وقت حلوہ پوری خریدنے والوں کا رش تو ہوتا مگر دکانوں پر کھانے کا رواج نہیں تھا۔ اگر کوئی شخص دوکان پر کھانے میں مصروف ہوتا تو بزرگ اس کو برا بھلا کہتے کہ تیرے گھر میں کیا کھانے کی جگہ نہیں ہے؟ بیٹا گھر جا کر کھاؤ، جانوروں کی طرح بازار میں منہ مت مارو۔ گلی محلے میں "دال، کلچے" بیچنے والوں کی آوازیں دل کو بھلی لگتیں۔ دال کلچے کے ساتھ لونچے اور چنے اس کے ذائقے کو دوبالا کرتے۔ سات آٹھ بجے تک لاہوری ناشتے سے فارغ ہو کر اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو جاتے۔ مرد کاموں پر چلے جاتے اور گھر کی خواتین صفائی کے کاموں میں مصروف ہو جاتیں۔ بزرگ خواتین ٹوپی والے برقعے پہن کر ہنڈیا کا سامان خریدنے نکل پڑتیں۔ ہر محلے سے باہر جانے کے عموماً دو راستے ہوتے، ایک گلی مردوں کے لئے اور دوسری باپردہ خواتین کے لئے۔ جوان عورتیں کالا برقعہ پہنتیں۔ اگر کوئی جوان عورت محلے کے بازار سے سودا سلف خریدنے چلی جاتی تو دکاندار ایسی خاتون سے پہلا سوال یہی کرتا کہ "بی بی کیا تیرے گھر میں کوئی مرد نہیں ہے"۔ اگر کوئی عورت دروازے کی چوکھٹ پر کھڑی ہوتی تو محلے کے بزرگ فوراً پوچھتے کہ بیٹی کیا ضروری کام ہے جو تم دروازے کی چوکھٹ پر کھڑی اگر کوئی جوان مرد، جوان عورت کو چوکھٹ پر کھڑے

دیکھتا تو نظریں نیچے کر کے فوراً گزر جاتا۔ گھروں کی بالکونی پر چقیں لٹکائی جاتیں اور گھر کی خاتون کو چق اٹھا کر باہر دیکھنے کی اجازت نہ ہوتی۔ اگر کوئی ادھیڑ عمر مرد، عورت کسی گھر کی چق کو ہلتا دیکھتے تو فوراً پوچھتے کون ہے؟ آواز سنتے ہی چق خود بخود ہلنا بند ہو جاتی۔ خواتین گھر کے نامحرم مردوں سے پردہ کرتیں۔ محلے کے بچوں میں ہر وقت بزرگوں کا خوف اور احترام رہتا۔ اگر کوئی بچہ شرارت کرتا اور محلے کے کسی بزرگ یا جوان کی نظر اس کی شرارت پر پڑ جاتی تو وہ اس کو مارتا۔ بچہ مار کھا کے گھر پر جا کر شکایت کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا کہ شکایت پر کرنے پر مزید پٹائی ہوگی، کہ تو نے ضرور کوئی غلطی کی ہوگی۔ ایسے بچوں کے بزرگوں نے بھی اس شخص کی سرزنش کرنے کی کوشش نہ کی تو نے ہمارے بچوں کو کس جرم میں مارا تھا۔ ہر شخص کو ایک دوسرے پر اعتماد تھا۔ ہر شخص ایک دوسرے کی خوشی غمی سمجھتا۔ خدانخواستہ اگر کسی گھر میں موت واقع ہو جاتی تو دو دو محلوں میں اس کا افسوس کیا جاتا۔ ان محلوں کے لوگ افسوس میں گھر میں کھانا نہ پکاتے۔ اگر کسی کے گھر میں شادی ہوتی تو محلے والوں کو گھر والوں سے زیادہ خوشی ہوتی۔ محلے کا ہر گھر شادی میں حصہ لیتا۔ شادی سے قبل رسموں مثلاً ڈھولک، مہندی، بارات، ولیمہ وغیرہ میں محلے والوں کے رشتے داروں تک کو مدعو کیا جاتا۔ اگر محلے میں لڑکی کی شادی ہوتی تو محلے والے شادی سے قبل اپنی طرف سے کپڑے اور جہیز کا کوئی نہ کوئی سامان لڑکی کے گھر پہنچانا شروع کر دیتے کہ شاید لڑکی کا باپ سفید پوشی کی وجہ سے اپنی مجبوری کو چھپا رہا ہو۔ شادی کے لئے محلے والے اپنے گھروں کی پہلی منزل پر مہمانوں کے قیام کیلئے خالی کر دیتے۔ ایسے گھروں کے مکین اپنے گھر قیام پذیر مہمانوں کے کھانے پینے کا انتظام خود سر انجام دیتے کہ بارات والے گھر پر زیادہ بوجھ نہ پڑے۔

محلے کی ادھیڑ عمر عورتیں محلے میں چارپائی بچھا کر سبزی بناتیں اور ایک دوسرے کے گھروں کا حال احوال پوچھتیں، اگر کسی کے گھر میں کوئی تکلیف یا پریشانی ہوتی تو محلے کے تمام لوگ اس کو اپنی ذاتی پریشانی جانتے ہوئے اس کا حل تلاش کرتے۔ اگر محلے میں کسی کے گھر سے لڑائی جھگڑے کی آواز آتی تو فوراً پورا محلہ اس گھر میں چلا جاتا۔

> اگر کوئی جوان عورت محلے کے بازار سے سودا سلف خریدنے چلی جاتی تو دکاندار ایسی خاتون سے پہلا سوال یہی کرتا کہ ”بی بی تیرے گھر میں کوئی مرد نہیں ہے“

بزرگ فوراً جھگڑے کو ختم کروا کر اپنے گھر سے کھانے کی کوئی نہ کوئی چیز منگوا کر خوش گپیوں میں مصروف ہو جاتے۔ کوئی بھی بچہ محلے کے کسی بھی گھر میں کھانا کھا لیتا تو کسی کو بچے کی حرکت پر اعتراض نہ ہوتا۔ ایک گھر میں جو بھی پکتا اس میں آدھی سے زیادہ ہانڈی پڑوس کے گھروں میں بھیج دی جاتی۔ محلے والوں کو ہر گھر کے برتنوں کی پہچان ہوتی۔ اگر کوئی شخص کسی کے برتن دوسرے گھر میں دیکھتا تو فوراً کہتا کہ یہ برتن تو فلاں گھر کا ہے۔

بچوں کے کھیل بانٹے، لاٹو، پٹھو، کیری کاٹا، گلی ڈنڈا، کبڈی وغیرہ ہوتے، چھوٹے لڑکے لڑکیاں اکھٹے

> عیدوں، میلوں اور تہواروں کا بہت اہتمام کیا جاتا رمضان کے مہینے میں تمام محلے والے ایک دوسرے کے گھر راشن کا پوچھتے اور ضرورت مندوں کے گھروں میں راشن فراہم کرتے

کھیلتے مگر بے حیائی کا عنصر کبھی قریب نہ آتا۔ لوگوں میں خلوص اور محبت انتہا کی تھی۔ لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے احساس تھا۔ قصاب کے پاس اگر کوئی شخص پاؤ گوشت خریدنے آ جاتا تو وہ پاؤ کے اوپر پاؤ گوشت مفت میں ڈال دیتا کہ کہیں اس کے گھر میں گوشت کم نہ پڑ جائے۔ شام کو اگر قصاب کا گوشت بچ جاتا تو وہ لوگوں کے گھروں میں مفت بانٹ دیتا کہ کسی کے منہ کا نوالا بن جائے۔ شام کو دودھ فروش کے پاس دودھ پینے والوں کا رش لگ جاتا، اگر کوئی شخص ہاتھ میں ”مگ“ یا ”ڈبہ“ پکڑے ہوئے پاؤ دودھ خریدتا تو دکاندار آدھ کلو دودھ اس نیت سے گلاس میں ڈال دیتا کہ اس کا پیٹ بھر جائے۔ سبزی فروش، سبزی کے ساتھ دھنیا، پیاز، ہری مرچ، پودینہ وغیرہ مفت میں دے دیتا، نان بائی کے ساتھ اگر کوئی انجان شخص روٹی خریدتا تو وہ بغیر پیسوں کے سالن اس کے حوالے کر دیتا کہ شاید اس کی جیب میں سالن خریدنے کے پیسے نہ ہوں۔

محلے کی عورت ہر شخص کی عزت ہوتی۔ اگر کوئی شخص کسی لڑکی لڑکے کو اکھٹا کھڑا دیکھتا تو صرف لڑکی کی آنکھوں سے آنکھیں ہی ملاتا اور وہ ڈر کر گھر میں بھاگ جاتی۔ گھر والوں کی شکایت نہ لگاتا کہ کہیں لڑکی بدنام ہو جائے۔ پکڑے جانے والے لڑکی لڑکے کو اطمینان بھی نہ آتی کہ کہیں وہ شخص ان کے گھر میں شکایت نہ لگا دے۔ محلے کا بدمعاش ہر گھر کا رکھوالا ہوتا۔ محلے کی عزت و ناموس کی خاطر جو شخص نعرہ حق بلند کرتا وہ بدمعاش بن جاتا۔ بدمعاش کا مطلب محلے میں امن و امان، لوگوں کے مسائل حل کرنا اور غریب کا پاسدار تصور کیا جاتا۔ اس وقت کی بدمعاشی میں نہ چائنا کٹنگ، قبضہ گروپ یا لوگوں میں خوف پیدا کرنا ہرگز نہ تھا۔ بدمعاش کا ہتھیار صرف چاقو تھا۔ ایک علاقے کے بدمعاش کی دوسرے علاقے کے بدمعاش بھی عزت کرتے۔ اگر محلے کا کوئی بزرگ بدمعاش کو ڈانٹ دیتا تو بدمعاش صاحب اپنی آنکھیں نیچی کر کے زبان سے اف نہ کرتے۔ محلے کے بزرگ حقہ لگا کر تھڑوں پر بیٹھ جاتے اور ہر گھر پر نگاہ رکھتے۔ محلے میں خوانچہ فروش بھی واقف کار ہوتے۔ اگر کوئی انجان خوانچہ فروش محلے میں آ جاتا تو یہ بزرگ اس کا مکمل انٹرویو کرتے کہ کہیں خوانچہ فروش کوئی چور، ڈاکو نہ ہو۔

عیدوں، میلوں اور تہواروں کا بہت اہتمام کیا جاتا۔ رمضان کے مہینے میں تمام محلے والے ایک دوسرے کے گھر راشن کا پوچھتے اور ضرورت مندوں کے گھروں میں راشن فراہم کرتے۔ سحری کے وقت اعلان باجے والے، کنستر والے لوگوں کو اٹھاتے۔ روزہ خوروں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہوتی۔ اگر کسی کے گھر میں چار پانچ سال کا بچہ روزہ رکھتا تو پورا محلہ اس کے والدین کو مبارکباد دینے جاتا۔ عید پر گھر گھر تحائف کا سلسلہ ہوتا۔ لڈو کا میلہ بھاٹی گیٹ کے باغ میں لگتا۔ میلوں، تہواروں پر تمام محلے دار اکٹھے ہو کر جاتے۔ میلوں، تہواروں پر والدین اپنی بیٹیوں کے سسرال میں تحائف بھیجتے۔ بارہ دروازوں کے باہر ایک خوبصورت باغ تھا اور اس میں ایک نہر بہتی تھی۔ سرکاری تعطیلات برائے نام تھے۔ محلے کے ہر تیسرے گھر میں قربانی کے جانور شوق سے پالے جاتے۔

بقیہ صفحہ نمبر 32 پر ملاحظہ فرمائیں

حکیم سید اکرام حسین سیکری علیہ الرحمہ

عصر حاضر کے صاحب فکر و دانش بزرگ

پیش ہے صاحب علم و عرفان اور صاحب فکر و دانش حکیم سید اکرام حسین سیکری علیہ الرحمہ کے پہلوؤں مبارک کی مناسبت سے خصوصی تحریر

حکیم سید اکرام حسین سیکری، وادیٔ سندھ کے ایک جلیل القدر صاحب علم و عرفان بزرگ تھے۔ آپ کا نسبی تعلق حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ سے تھا چنانچہ اسی نسبت سے آپ کا خاندان رضوی سادات کہلاتا ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ حضرت حاجی سید ابراہیم بغدادی (دہلی میں سلطان مبارک شاہ کے عہد حکومت) میں ہندوستان تشریف لائے اور راجستھان کے ایک ویرانے سنگھانہ میں سکونت اختیار فرمائی۔ سادات سنگھانہ کی ایک شاخ 1250ء میں سنگھانہ سے نقل مکانی کر کے ریاست سیکر میں منتقل ہوگئی۔ جس کے مؤسس حضرت شاہ ولی محمد چشتی تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب پندرھویں پشت پر حضرت حاجی ابراہیم اور چھٹی پشت پر حضرت شاہ ولی محمد چشتی اور 32 ویں پشت پر امیر المومنین امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا ملتا ہے۔ حکیم سید اکرام حسین کی ولادت حضرت شاہ سجاد حسین چشتی کے گھر 27 شعبان المعظم 1335 ہجری بمطابق 18 جون 1917ء کو خانقاہ عالیہ حضرت شاہ ولی محمد چشتی کی آبائی حویلی میں پیر کے روز علی الصبح ہوئی۔ آپ کے جد امجد حضرت سید اکبر علی چشتی نے آپ کا اسم گرامی "اکرام حسین" تجویز فرمایا۔ ابتدائی عربی و فارسی کی تعلیم اپنے جد امجد اور والد محترم حضرت سید سجاد حسین چشتی سے حاصل کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کر کے مزید تعلیم کیلئے اسلامیہ اسکول سیکر میں داخلہ لے لیا۔ یہاں سے فراغت کے بعد منشی تیم اور عربی سے منشی فاضل کا کورس کی تکمیل کی۔ پنجاب یونیورسٹی سے امتحان دیکر اسناد حاصل کیں۔ آپ نے اپنے ہم عصر مولانا فضل الرحمن سیکری سے بھی علم کا فن طب کیونکہ آپ کا آبائی پیشہ تھا اس لئے فن طب اپنے جد امجد حضرت سید اکبر علی شاہ چشتی اور والد ماجد حضرت سید سجاد حسین چشتی سے حاصل کیا۔

آپ اپنے آباؤ اجداد کے سلسلہ ہائے طریقت سے بھی منسلک رہے اسی وجہ سے گھر پر تصوف و عرفان کا ماحول تھا اور تزکیہ نفس و تصفیہ قلب اصلاح ظاہر و باطن اور علوم و فیوض کا چشمہ آپ کے فیضان سے جاری و ساری تھا۔ آپ کے خاندان میں صرف صوفیائے کرام ہی نہ تھے بلکہ علماء، فضلاء، حکیم حاذق اور شعراء و ادباء بھی تھے۔ طب

سید منیر احمد

و حکمت کہ جو آپ کا آبائی پیشہ تھا اسے آپ نے تاحیات اپنائے رکھا۔ پاکستان ہجرت سے قبل اپنے آبائی مکان واقع سیکر میں اپنا ذاتی مطب "رہنمائے صحت دواخانہ" کے نام سے قائم کیا ہوا تھا۔

1947ء میں پاکستان تشریف لانے کے بعد حیدرآباد کھائی روڈ نزد چھوٹا پڑا ہوٹل مذکورہ نام ہی سے مطب قائم کیا جو بعد میں حیدرآباد کے لسانی ہنگاموں کی وجہ سے اپنے بنگلہ واقع لطیف آباد میں منتقل کرنا پڑا جہاں سے آج بھی لوگ فیضیاب ہو رہے ہیں۔ اور یہ سلسلہ آپکے سجادہ نشین دلبند جگر حکیم سید انصار حسین رضوی کے زیر سرپرستی جاری و ساری ہے۔ حکیم سید اکرام حسین علیہ الرحمہ خانقاہ حضرت شاہ ولایت سیکر کے چوتھے سجادہ نشین تھے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کے فروغ کے لئے پاکستان کے مختلف شہروں میں خانقاہیں قائم کیں اور وہاں اپنے خلفاء کا تقرر فرمایا جبکہ مرکزی خانقاہ میرپور خاص سندھ میں قائم کی۔ آپ کے خلفاء کی تعداد کم و بیش 24 تک پہنچتی ہے۔ راقم کو حکیم صاحب (مرحوم) کے صاحبزادے مخدوم سید انصار حسین رضوی کی وساطت سے متعدد ملاقاتوں کا شرف حاصل رہا، بے شمار شفقتیں، مجلسیں ملیں اور مفید طبی مشورے بھی ملے۔ آپ کا روزنامچہ علم و حکمت اور تاریخ کے بہت سے گوشوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ آپ کے قلم کردہ علمی جواہر پاروں کی تعداد تقریباً ڈھائی سو کے لگ بھگ ہے اور مزید کام ہو رہا ہے زیور طباعت سے آراستہ ہوگی رہتی۔ میرپور خاص میں ایک بڑی لائبریری ہے جس میں تقریباً 40 ہزار کتب موجود ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے خانقاہ میں ایک عظیم الشان قرآن محل بھی تعمیر کرایا جس میں مختلف زبانوں میں قرآن پاک کے ترجمے، لکھنے کا کام جاری ہے۔

آپ کو فن تاریخ گوئی میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ اور فن شاعری کا اعلیٰ ذوق بھی تھا تاہم اس کے رجحان فقط قصیدہ و سلام، حمد و نعت گوئی کے علاوہ بزرگوں کے مناقب لکھنے تک محدود تھا۔ آپ نے بے شمار قطعات تاریخ لکھے اور مادہ ہائے تاریخ نکالے۔ بقول ڈاکٹر وقار راشدی صاحب حق تو یہ ہے کہ سندھ میں شاہ اکرام جیسے ماہر تاریخ گوئی سے تاریخ گوئی کا قدیم حسن زندہ و تابندہ ہے۔ حکیم صاحب کو سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے خاص محبت تھی۔ آپ دور حاضر میں اکابر اسلام اور خواجگان چشت کے سچے جانشین تھے۔ آباؤ اجداد اور مشائخ عظام کا مثالی نمونہ تھے۔ جہاں آپ ایک شیخ کامل تھے وہاں ایک طبیب حاذق بھی تھے۔ ہزارہا مخلوق خدا نے آپ سے باطنی فیض حاصل کیا اور بے شمار مایوس افراد آپ کے تجویز کردہ نسخہ جات سے شفایاب ہوئے۔

آپ نے بیرون ممالک کا بھی دورہ فرمایا اس دوران بہت سے غیر مسلموں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ امریکہ کے ممتاز بزرگ حضرت شیخ فضل اللہ الحاذری شاذلی نے حلقہ چشتیہ میں آپ کے دست مبارک پر بیعت فرمائی اور خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔ حکیم سید اکرام حسین علیہ الرحمہ کی شخصیت پر ممتاز

بقیہ صفحہ نمبر 32 پر ملاحظہ فرمائیں

فرق صرف نام کا ہے!

ڈاکٹر عبدالرزاق

14 اگست 1947ء کو دنیا کے نقشے پر نمودار ہونے والی نئی ریاست پاکستان کے نام سے منسوب کی جاتی ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں نے اس ریاست کو حاصل کرنے کیلئے اپنا تن، من و دھن، عزت و آبرو سب کچھ قربان کردیا تاکہ وہ اس خطہ زمین پر اسلام کے سنہری اصولوں کو عملی جامہ پہنا کر دین و دنیا میں اپنے خالق حقیقی کے سامنے سرخرو ہوسکیں۔ انگریز جو اس خطہ میں تجارت کی غرض سے آیا تھا اس سونے کی چڑیا کو کسی قیمت پر بھی اپنے ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہتا تھا۔ دوسری جنگ عظیم میں فتح تو برطانیہ اور اس کے اتحادیوں نے حاصل کرلی لیکن اس کے دانت کافی ٹوٹ چکے تھے لہٰذا جزا کمزور ہونے کی وجہ سے پورے ہندوستان کو قابو میں رکھنا اس کے بس کی بات نہ تھی۔

یہود و نصاریٰ ایک مکار اور چالاک قوم ہیں، انہوں نے جب ہندوستان کو اپنے ہاتھ سے نکلتے دیکھا تو چال چلی اور اپنے نمک خواروں کو جو انگریز حکومت کو دوام بخشنے میں پیش پیش رہے تھے اس نعرہ مستانہ "پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" میں پرو دیا۔ انگریز کے ان ایجنٹوں نے اس نعرہ پر قبضہ کرلیا اور انگریز کی گائیڈ لائن کے مطابق پاکستان بنانے میں نام نہاد قائدین کا کردار ادا کرنے لگے۔ اگر تاریخ کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مسلم لیگ جو پاکستان کی خالق جماعت ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ تحریک پاکستان کے وقت اس کے لیڈروں میں اکثریت انگریز کے نمک خواروں کی تھی۔ برصغیر کے مسلمانوں کی کوششوں سے پاکستان نے 14 اگست 1947ء، 27 رمضان المبارک کو دنیا کے نقشے پر ایک اسلامی ملک کی حیثیت سے جگہ بنائی۔ ساتھ ہی پاکستان کی سیاست اور افسر شاہی پر انگریز کے نمک خواروں نے قبضہ جمالیا۔ سفید انگریز جاتے ہوئے کالے انگریز کو اپنی نمائندگی کیلئے پاکستان پر مسلط کرگیا۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ لگانے والے آج تک پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ اے لیڈران قوم تم تو ہمارے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ لگایا کرتے تھے، آج اس نعرے کو کیوں فراموش کرگئے۔

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود
گرچہ با آدمی بزرگ شود

(آخرکار بھیڑیے کا بچہ بھیڑیا ہی ہوگا اگرچہ آدمی کے ساتھ پرورش پائے)

آج پاکستان کے ایوان اقتدار میں امریکہ کی اجازت کے بغیر پتہ بھی نہیں ہلتا۔ یہ امریکی سازش ہے کہ بعض کی حکومت بنوا دیتا ہے اور بعض کو اپوزیشن میں بٹھا دیتا ہے۔ دراصل دونوں امریکی [illegible] پر کام کررہے ہیں۔ جب امریکہ کو مہم سر کرنی ہوتی ہے تو دونوں کو ہٹا کر کسی فوجی جنرل کو کمان سونپ دیتا ہے۔ پاکستان کو دولخت کرنا مقصود تھا تو ایوب خان کے ذریعہ راستہ ہموار کیا، پھر یحییٰ خان سے دو ٹکڑے کروا دیے اور ہمارے سیاستدان بھی اس کار شیطان میں اسکے مکمل مددگار رہے۔

پاکستانی قوم ہر آنے والے کو مسیحا سمجھ کر نعرے لگانے شروع کردیتی ہے جب وہ قوم کے کندھوں پر سوار ہوکر حکومت کے ایوانوں تک پہنچ جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اس کی منظوری واشنگٹن سے ہوئی تھی۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے سربراہ ذوالفقار علی بھٹو صاحب کو قوم نے بڑی عزت بخشی۔ پانچ سال بلاشرکت غیر حکومت کے مزے لوٹتے رہے۔ قوم نے مسیحا سمجھا لیکن تاریخ سے اگر بھٹو صاحب کے آمدن اور رخصت کا سوال کیا جائے تو جواب واشنگٹن سے منظوری کا ہی آتا ہے۔ امریکہ نے بھٹو صاحب سے ڈیڈی کو "نا" کہلوایا پھر اسی امریکہ نے ضیاء الحق کے ذریعے بھٹو کو تختہ دار پر لٹکا دیا۔ (یاد رہے کہ بھٹو صاحب ایوب خان کو ڈیڈی کہتے تھے)۔

1977ء کے انتخاب میں بھٹو صاحب کی انتخابی دھاندلی کے خلاف تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شروع ہوئی تحریک کا داعی پاکستان قومی اتحاد تھا جس میں نو جماعتیں شامل تھیں۔ پاکستانی قوم اپنے آقا [illegible] اللہ علیہ وسلم کے نظام کے نفاذ کے لئے سڑکوں پر [illegible] اتنی زبردست تحریک چلی کہ اسکو روکنا بھٹو حکومت [illegible] بس میں نہ رہا۔ نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقان رسول سینوں پر گولیاں کھانے لگے۔ فوج کو [illegible] کیلئے بلایا گیا لیکن فوج بھی انہیں کنٹرول نہ کرسکی۔ حکومت عاجز آگئی اور اپوزیشن سے مذاکرات پر [illegible] ہوگئی۔ معاملات تقریباً طے پاگئے تھے جس میں [illegible] سے پہلا مسئلہ نفاذ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا [illegible] اچانک ضیاء الحق نے امریکی اشارے پر شب خون [illegible] اور بھٹو حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ نفاذ اسلام کے جذ[illegible] ٹھنڈا کرنے کیلئے ضیاء الحق صاحب نے بھی [illegible] اسلام کی رٹ لگانا شروع کردی لیکن امریکہ کو یہ [illegible] گوارا تھا جوں ہی بھٹو حکومت کا تختہ الٹا امریکی [illegible] جو نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک میں لیڈر[illegible] کردار ادا کررہے تھے اڑ کر ضیاء الحق کی گود [illegible] جا بیٹھے۔ اس طرح ملک کی تقدیر بدلنے کی ایک [illegible] کوشش ناکام ہوگئی۔ پاکستان قومی اتحاد سے اکثر [illegible] پرندے اڑ گئے اکیلی جمعیت علماء پاکستان صحراؤں [illegible] نظام مصطفیٰ کی آوازیں بلند کرتی رہی۔ جمعیت [illegible] پاکستان کے سربراہ علامہ شاہ احمد نورانی خود فرمایا کرتے تھے۔ "نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹرین چلی [illegible] اسلام آباد آیا تو لوگوں نے اترنا شروع کردیا ہم [illegible] دوستوں ابھی اسلام نہیں اسلام آباد آیا ہے۔ انہوں [illegible] نے کہا ہمارا اسٹیشن آگیا ہے، آگے تم اکیلے ہی جاؤ [illegible] جنرل ضیاء الحق گیارہ سال تک اسلام کے نام پر [illegible] دھوکہ دیتے رہے۔ اسی دوران روس نے افغانستان [illegible] اپنے قدم جمانے شروع کردیئے اور جنرل ضیاء [illegible] اصل ذمہ داری شروع ہوگئی جس کیلئے اسے امریکہ [illegible] اقتدار میں لایا تھا۔ امریکہ نے پاکستانی قوم کو [illegible] کے ذریعے روس جہاد و شہادت کے ذریعے [illegible] سبق یاد کرایا گیا۔ جسکے نتیجے میں روس کے

ہوگئے۔ امریکہ نے ضیاء الحق سے اپنے ازلی دشمن کو نیست ونابود کروا کر ایک طیارہ حادثہ میں اس کا کام بھی تمام کر دیا پھر بے نظیر اور نواز شریف کی شکل میں چوہے بلی کا کھیل کافی دیر چلتا رہا۔ امریکن ایجنسیاں یہ کھیل کھلا کر تماشہ دیکھتی رہی اور آئندہ کسی بڑے منصوبے کی منصوبہ بندی کرتی رہی۔ افغانستان ایک اسلامی ملک ہے اس کے بسنے والے فطرتاً مذہبی ہیں۔ طالبان نے اسلامی قوانین نافذ کرنے کا اعلان کر دیا۔ روس کے خلاف جنگ میں افغانستان کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس کی تعمیر نو ہونے لگی پورے ملک میں امن وامان ہو گیا۔ لوگ سکون کی زندگی بسر کرنے لگے جس کی مثال پوری دنیا میں دی جانے لگی۔ افغانستان سے روس کا قبضہ ختم کرانے میں پاکستان نے کلیدی کردار ادا کیا تھا اس لئے افغان حکومت پاکستان کی احسان مند تھی۔ افغانستان کا ہر شہری پاکستان سے محبت کرتا تھا وہ پاکستان کو اپنا وطن ثانی سمجھتے تھے۔ افغانستان اور پاکستان دو قالب یک جان ہو گئے تھے اسی دوران جہاد کشمیر عروج کو پہنچا، بھارتی فوج مجاہدین کے حملوں کے آگے بے بس ہو گئی۔ امریکن لیلیٰ (بھارت) کا میک اپ اترا اور کشمیر میں اس کے ظلم وزیادتی کی داستانیں دنیا کو معلوم ہوئیں۔ یہ بات سب کو معلوم ہے امریکہ نے ہمیشہ پیار انڈیا سے کیا اور کبھی اظہار محبت پاکستان سے کیا ہے۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ "کفار ایک قوم ہیں"۔

جہاد کشمیر، افغانستان کا امن اور اپنی لیلیٰ (بھارت) کی رسوائی امریکہ کو کسی صورت قبول نہ تھی۔ ان معاملات کو کنٹرول کرنے کیلئے پاکستان کی سیاسی حکومتوں کو بار بار ہٹا دی گئی جب حکم کی تعمیل پوری طرح ہوتی دکھائی نہ دی تو ورلڈ ٹریڈ سینٹر کا بہانہ بنا کر پوری مسلم دنیا کو آگ اور خون میں نہلا دیا۔ امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور ہے جس کی خفیہ ایجنسی کا نیٹ ورک پوری دنیا میں ہے۔ سیٹلائٹ نظام اتنا طاقتور ہے کہ پوری دنیا اس کے سامنے ایک گلوبل ویلج کی طرح ہے۔ اس کے باوجود ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر غیر ملکی حملہ ہوا۔ یہ بات عقل سے باہر ہے یا تو امریکی ایجنسیاں تیسری دنیا کے دوسرے ملکوں کو برباد کرنے کیلئے اور ان کو اپنے ملک کی کوئی خبر نہیں ہوتی یا پھر یہ سب کچھ ان کا اپنا منصوبہ تھا۔ دوسری بات زیادہ قوی ہے کیونکہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر اپنی تعمیراتی عمر پوری کر چکا تھا اس کو منہدم کرنا ہی تھا۔ پھر اسے گرایا تو سہی لیکن اس کا ملبہ پوری مسلم دنیا پر گرا دیا جس کے نتیجے میں مسلمان ابھی تک چیخ وپکار کر رہے ہیں۔ امریکہ نے ورلڈ ٹریڈ کی تباہی کا الزام اسامہ بن لادن پر لگا کر افغانستان پر حملہ کر دیا اور اس قبضہ کو مضبوط کرنے کیلئے پاکستان میں پہلے ہی سے مشرف کی صورت میں فوجی ڈکٹیٹر لے آیا۔ پہلا حکم یا سوال جو آقا کی طرف سے مشرف کو دیا گیا وہ یہ تھا۔ You are our foe or friend (تم ہمارے دوست ہو کہ دشمن؟)۔

یہ سوال پاکستانی قوم سے نہیں کیا گیا کیونکہ پاکستانی قوم کا مزاج تو امریکہ کو پتہ ہے۔ مشرف نے عرض کیا۔ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے مائل باطاعت پاتے ہوئے امریکہ نے مشرف کے سامنے نو مطالبات رکھے امریکہ کو امید نہ تھی کہ سارے مطالبات منظور ہوں گے مگر مشرف صاحب نے نہ صرف تمام مطالبات من وعن تسلیم کر لئے بلکہ "ھَلْ مِنْ مَّزِیْد" کا نعرہ بھی بلند کیا۔ امریکہ نے پاکستان کی سرزمین استعمال کرتے ہوئے افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ہنستے بستے شہروں کو کھنڈرات بنا دیا۔ جہاد کشمیر پر دہشت گردی کا لیبل لگا دیا۔ مشرف صاحب امریکی اشاروں پر ناچتے رہے اور پاکستان کو اندرونی اور بیرونی سطح پر رسوا کر دیا۔ پاکستان کو سیکولر بنانے کیلئے عورتوں کے حقوق کے نام پر قوانین بنائے گئے۔ میراتھن ریس کی شکل میں عورتوں اور مردوں کی دوڑیں لگوائی گئیں۔ جنرل مشرف نے قوم کے ساتھ وہ تماشے کئے کہ نمک حلالی میں باقی سب کو پیچھے چھوڑ گیا۔ پاکستانی شہریوں کو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا گیا اور بدلے میں چند ڈالر وصول کئے جس کا اعتراف خود مشرف صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ محسن پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو پوری دنیا کے سامنے اس طرح رسوا کیا گیا کہ آئندہ کوئی پاکستانی بچہ سائنسدان بننے سے پہلے ہزار بار ڈاکٹر عبدالقدیر کی حالات زندگی کا مطالعہ کرے۔

قوم پھر کسی مسیحا کا راستہ دیکھنے لگی، امریکہ نے مشرف کی خوب بلائیں لیں اور اپنے ناپاک عزائم کو پورا کرنے میں مشرف سے خوب کام لیا۔ مشرف دور حکومت اپنی ساکھ بحال کرنے اور سابقہ نافرمانی اگر کوئی امریکہ کی نظر میں تھی کے ازالہ کے لئے بے نظیر بھٹو صاحبہ اور نواز شریف صاحب امریکی احباب اقتدار کی منتیں کرتے رہے اور وفاداری کا یقین دلاتے رہے۔ قوم مشرف سے تنگ آ چکی تھی، مشرف امریکہ کی نظر میں چلا ہوا کارتوس بن چکا تھا۔ وفاداری کے ٹیسٹ کیس کے طور پر امریکہ نے مشرف اور بے نظیر بھٹو کی صلح کروا دی اور بے نظیر صاحبہ کو پاکستان آنے کی اجازت ملی۔ عوامی مزاج دیکھ کر بے نظیر صاحبہ نے پینترے بدلے اور معاہدہ کی پاسداری نہ رکھ سکی تو اسے شہادت کے درجے پر فائز کر کے زرداری صاحب کا ہاتھ میں پاکستان پیپلز پارٹی کی کمان تھمادی۔ پاکستانی قوم کا حافظہ کافی خراب ہے جلد سب کچھ بھول گئی اور اپنا سب کچھ پاکستان پیپلز پارٹی کے دامن میں ڈال دیا۔ اب پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت پاکستان میں قائم ہو چکی ہے۔ نئی حکومت کو احکامات دینے کیلئے امریکن صدر بش نے وزیر اعظم جناب سید یوسف رضا گیلانی صاحب کو مصر کے شہر شرم الشیخ میں بلایا۔ احکامات لینے کے بعد سید یوسف رضا گیلانی صاحب نے جو پہلا بیان جاری کیا وہ یہ تھا کہ ہم دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ سے مکمل تعاون کریں گے۔ دہشت گردی وہ امریکی اصطلاح ہے جس کو آڑ بنا کر امریکہ اور اسکے حلیف ممالک نے پوری امت مسلمہ کے خلاف صلیبی جنگ شروع کی ہوئی ہے۔ پاکستان تمام اسلامی ممالک میں واحد ملک ہے جس کے پاس ایٹمی ہتھیار ہیں جو امریکہ اور یورپ کو ہضم نہیں ہو رہے، ظاہر ہے یہ ہضم ہونے والی چیز بھی نہیں۔ قرآن مجید میں اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے۔ ترجمہ: اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک بٹھاؤ جو اللہ کے دشمن اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے سوا کچھ اوروں کے دلوں میں جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے۔

پاکستان کے سائنسدانوں نے اپنے رب کے فرمان پر عمل کیا اور کوشش کی، آج گھوڑوں کا دور نہیں، آج ایٹم بم کا زمانہ ہے، جنگ کیلئے ٹینک کی ضرورت ہے، جنگی جہازوں کی ضرورت ہے، میزائل کی ضرورت ہے غرض کہ موجودہ لڑائی کیلئے جس جس چیز کی ضرورت ہے، پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے عطا کی۔ جس کی وجہ سے کفار کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ امریکہ اور پورا یورپ چیخ پکار کر رہا ہے۔ فزکس کے اصول Resonence کے مطابق اس درد کا [illegible] پاکستانی حکمرانوں کو بھی ہوتا رہتا ہے اس لئے یہ بھی امریکن بولی بول رہے ہیں۔ یہ درد کیوں نہ ہو اندر سے تو یہ بھی ایک ہے "فرق صرف نام کا ہے"۔

لاہور کی دم توڑتی ثقافت

شام کو بچے یا بزرگ ان جانوروں کو سرکلر روڈ یا حضوری باغ میں لے جاتے۔

بسنت کا تہوار بڑے شوق سے منایا جاتا۔ لوگ چھتوں پر پتنگ بازی کرتے اور اگر کسی پتنگ باز کی نگاہ کسی گھر کے صحن پر پڑ جاتی تو وہ فوراً پیچھے ہٹ جاتا۔ خواتین بارش کے موسم میں سوجی، دال کا حلوہ، پکوڑے اور کڑاہی پکا کر ہر گھر میں بھیجتیں۔ بچے بارش کے پانی میں نہاتے اور کاغذ کی کشتیوں کو پانی میں بہاتے۔ گرمیوں کے موسم میں دوپہر کے وقت لوگ تھڑوں پر بیٹھے اور شام کو محلے کے مرد گلیوں میں اور خواتین چھتوں پر چارپائیاں بچھا کر سوتیں۔ ہر طرف سکون و امن تھا۔ ایک آدمی کماتا اور دس کھانے والے ہوتے، مگر رزق میں برکت تھی۔ شہر کے گھر دو یا تین مرلے کے ہوتے اور ایک گھر کی چھت دوسرے کے ساتھ منسلک ہوتی۔ منیر نیازی شہر کی عکاسی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

اپنے ای ڈر توں جڑے ہوئے نیں
اک دوجے دے نال شہراں دے مکان

واقعی اس وقت شہر کے مکان ایک دوسرے کے ساتھ محبت و بھائی چارے کے لئے جڑے تھے۔ ان کو خوف تھا کہ اگر وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تو لوگوں کے دل ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے۔ پانچ ہزار سال تو لاہور شہر کے مکانوں کو ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکے مگر رزق کی بھوک نے لاہور کو اس کے ظاہری حسن سے آزاد کر دیا۔ آج لاہور کی شکل ماضی کے لاہور سے یکسر مختلف ہے۔

آج لوگ ایک محلے میں رہنے کے باوجود ایک دوسرے سے بیگانوں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں۔ محلے کا بدمعاش صرف ناجائز فروشی یا خوف و ہراس کے لئے بدمعاشی کرتا ہے۔ آج کوئی کسی غیر کے بچے کو ڈانٹے تو بچہ گھر جانے کے بجائے جیب سے ماؤزر نکال کر خود ہی بدلا لینا سیکھ گیا ہے۔ دکانداروں کو ملاوٹ کا ہنر آ گیا ہے۔ سرکلر روڈ پر لوگوں کے سکون و آرام کے بجائے قبضہ گروپ نے پلازے تعمیر کر لئے ہیں اور بچے کچھے حصوں پر جانور باندھے جا رہے ہیں۔ لوگوں کی آنکھوں سے حیا ختم ہو گئی ہے۔ آج بارہ دروازے کا ہر شخص شہر سے باہر زندگی گزارنے کو ترجیح دے رہا ہے۔ محلے کے تھڑوں کا رواج ختم ہو چکا ہے۔ یورپی ممالک نے جب لاہور کی ثقافت کو تحریروں میں پڑھا تو انہوں نے NGO's کو فنڈ دینے شروع کر دیئے کہ اس تاریخی شہر کی ثقافت کو بچاؤ۔ یہ NGO's اور حکومتی ادارے پرانی حویلیوں، محلوں، عمارتوں کی بحالی تو کر رہے ہیں مگر ایسی عمارتوں کی تہذیب و آرائش میں جدیدیت کا عنصر زیادہ ہے۔ اگر ایسی تنظیمیں تاریخی عمارتوں، محلوں کو اصلی شکل دینے میں کامیاب ہو بھی جائیں تو پھر بھی وہ لاہور کی ثقافت کو نہیں بچا سکتے، کیونکہ عمارتیں تو بن جائیں گی مگر میرے لاہور کی رونقیں وہ کبھی واپس نہیں لا سکتے۔ بارہ دروازوں کی رونقیں تو ان کے باسیوں سے آباد ہوں گی۔ یہ تنظیمیں لوگوں کے دلوں میں وہ خلوص، محبت، احترام، اپنائیت، چاہت، لاابالیت اور وہ سکون و آرام ہرگز واپس نہیں لا سکتیں۔ افسوس کہ میرے لاہور کی ثقافت آخری دم پر ہے۔ لاہور کے کلچر کی آخری سانس اس وقت تک رواں دواں رہے گی جب تک اس کی ثقافت سے آشنا لوگ زندہ ہیں۔ جس قدر تیزی سے ہم نے لاہور کی ثقافت کو ختم کیا ہے، اگر ہم مل کر بھی اپنی غلطی پر آنسو بہانا چاہیں تو نہیں بہا سکتے، کیونکہ قریب المرگ کی زندگی کی کوئی امید نہیں ہوگی۔

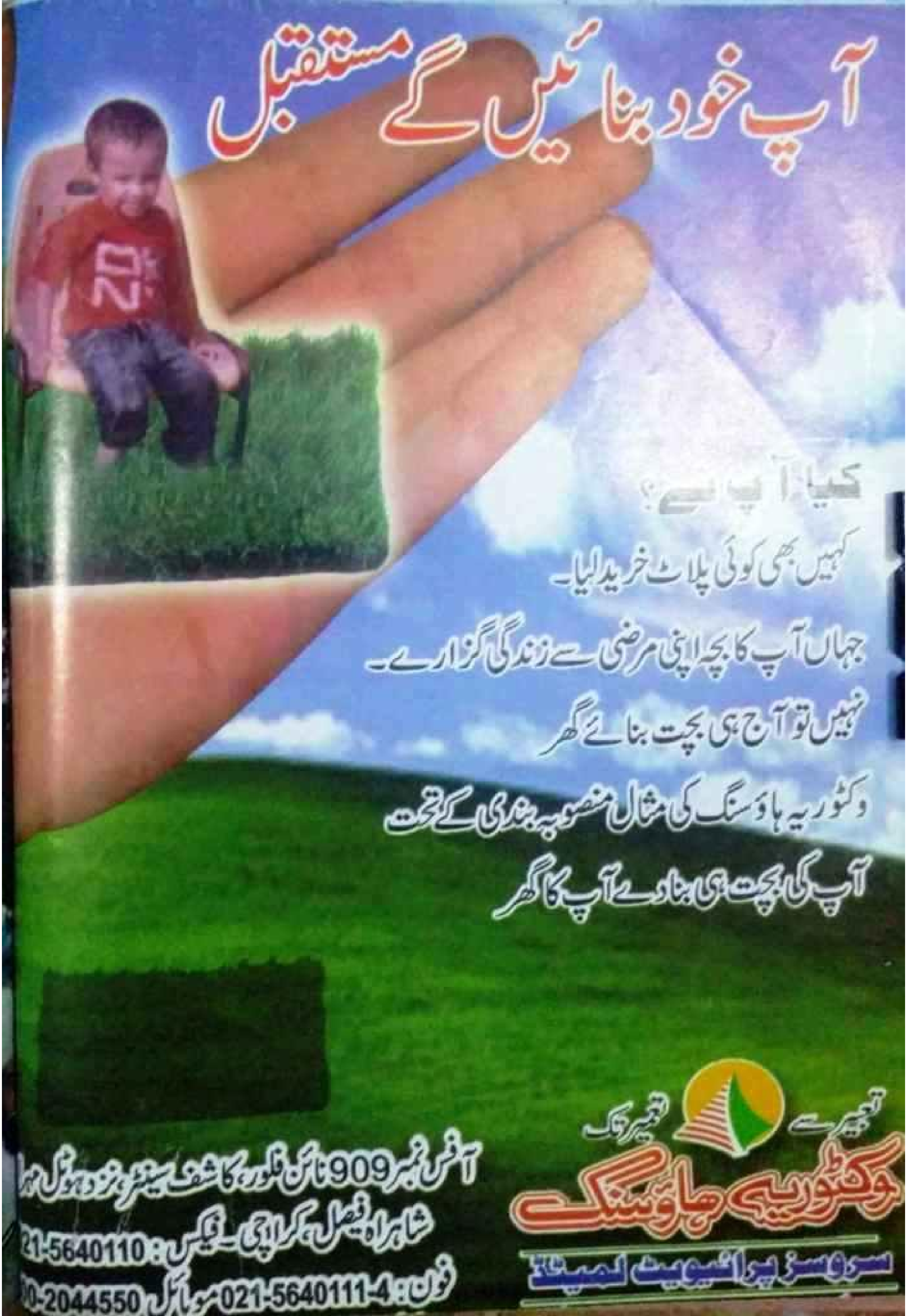
آصف علی زرداری

لئے ووٹ دیئے ہیں۔ ججوں کی بحالی کیلئے نہیں دیئے جبکہ دوسری طرف زرداری صاحب کا کہنا ہے کہ عوام نے ہمیں ووٹ روٹی، کپڑا اور مکان کیلئے ووٹ نہیں دیئے بلکہ فرد واحد سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے دیئے ہیں۔ ایک طرف زرداری صاحب کا کہنا ہے مشرف کا مواخذہ ضرور ہوگا، دوسری طرف وہ اسی پریس کانفرنس میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ عوام کی خاطر ایوان صدر جانے کیلئے تیار ہوں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ترجمان فرحت اللہ بابر کا اخبارات میں بیان چھپتا ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے ایوان صدر سے کوئی رابطے نہیں ہیں۔ دوسری طرف اسی دن کے اخبارات میں سینٹر بابر اعوان کا بیان بھی اخبارات کی زینت بنتا ہے کہ یہ سازشی عناصر کی افواہیں ہیں کہ پیپلز پارٹی کا ایوان صدر سے کوئی رابطہ نہیں، ہم ملک و قوم کی بہتری کیلئے ہمہ وقت ایوان صدر سے رابطے میں رہتے ہیں۔ زرداری صاحب پیپلز پارٹی کے عام ورکر کی رائے جاننا چاہتے ہیں تو وہ جنوبی کے جانثار ورکر قاضی سلطان محمود اور اشکوٹ کے سورج زر محمد شوکت سے پوچھ لیں کہ ان کی کیا رائے ہے۔ وہ مشرف سے چھٹکارا چاہتے ہیں یا نہیں۔ زرداری صاحب آباد کے جیالے اسرار شاہ سے پوچھیں جس نے چیف جسٹس افتخار چوہدری کی خاطر اپنی دونوں ٹانگیں عدلیہ کی بحالی کیلئے قربانی کر دیں۔ اس کی کیا رائے ہے کہ جج بحال ہونے چاہئیں یا نہیں۔ اگر عام ورکر کی رائے ان کے سامنے اہمیت نہیں رکھتی تو وہ بے نظیر بھٹو کی وہ آڈیو کیسٹ سن لیں جس میں انہوں نے کہا تھا کہ افتخار چوہدری میرا چیف جسٹس ہے اور میں خود ان کے گھر پر قومی پرچم لہراؤں گی۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ محترمہ بے نظیر بھٹو کی زندگی میں عدلیہ کی تحریک میں پیپلز پارٹی کے جیالوں نے تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ افتخار چوہدری کے حالیہ دورہ فیصل آباد کے دوران پی پی کا استقبالیہ کیمپ بھی نہیں آیا اور نہ ہی پورے استقبالیہ جلوس میں پی پی کا کوئی جھنڈا نظر آیا۔ اب گیند زرداری کی کورٹ میں ہے وہ آنے والے دنوں میں ہیجانی کیفیت اور نفسیاتی صورتحال سے دوچار کرتے رہیں گے، یا افتخار چوہدری کو بحال کر کے اس نعرہ کے مصداق نظر آئیں گے۔ ایک زرداری سب پر بھاری۔

حکیم سید اکرام حسین سیکری

دانشور ڈاکٹر وفا راشدی رقم طراز ہیں کہ ہمارے عصر کے ایک جلیل القدر صاحب علم و عرفاں اور صاحب فکر و نظر حکیم اکرام حسین ہیں، علم تصوف اور طب کے ہر میدان میں ان کی پیہم اور انتھک خدمات نہایت قابل قدر ہیں۔ بالآخر علم و حکمت کا یہ آفتاب 19 ربیع الآخر 1428ء بروز پیر علی الصبح دار فانی سے بقا کی طرف غروب ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ اپنے پیچھے اسلامی وضعداری کی روایات مریضوں کیلئے قدیم قابل قدر نسخے، یادگار کے طور پر چھوڑ گئے۔ دستار بندی کے موقع پر آپ کے اکلوتے فرزند سید انصار حسین رضوی کو انہی کی تحریر کردہ وصیت کے مطابق جانشین مقرر کیا اور خانقاہ چشتیہ میرپور خاص سندھ کا سجادہ نشین نامزد کیا۔ اس موقع پر آپ کے برادر سید اسلام حسین رضوی، خلفاء اور مریدین کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان نیک طینت را


آپ خود بنائیں گے مستقبل
کیا آپ نے؟
کہیں بھی کوئی پلاٹ خرید لیا۔
جہاں آپ کا بچہ اپنی مرضی سے زندگی گزارے۔
نہیں تو آج ہی بچت بنائے گھر
وکٹوریہ ہاؤسنگ کی مثال منصوبہ بندی کے تحت
آپ کی بچت ہی بنادے آپ کا گھر
تعمیر سے تعمیر تک
وکٹوریہ ہاؤسنگ
سروسز پرائیویٹ لمیٹڈ
آفس نمبر 909 نائن فلور، کاشف سینٹر، نزد ہوٹل مہران
شاہراہ فیصل، کراچی۔ فیکس: 021-5640110
فون: 021-5640111-4 موبائل 0300-2044550